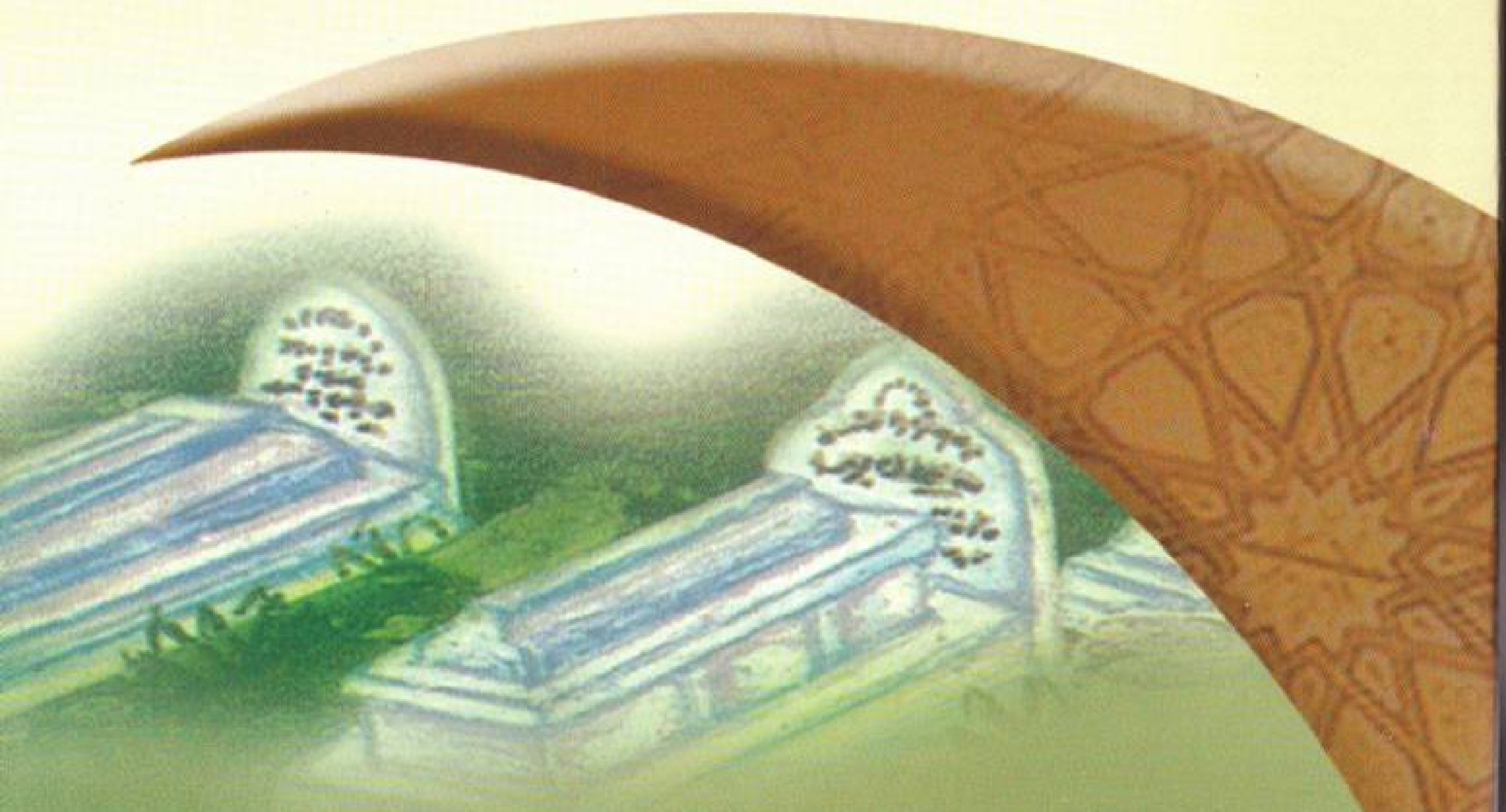
مردے سنتے ہیں

تصنیف

مولانا حکیم محمد عبدالقیوم شہید قادری بدایونی

تسہیل، ترتیب، تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری



سماع الاموات ثابت بالاحادیث والاٰیات

هوالقادر هوالمقتدر هو القدیر

مردے سنتے ہیں

تصنیف

حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری عثمانی بدایونی

تسہیل، ترتیب، تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری
(استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف)

سلسلۂ مطبوعات (۲۵)

☆ کتاب : مردے سنتے ہیں (سماع الاموات ثابت بالاحادیث والآیات)

☆ مصنف : حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری عثمانی بدایونی

☆ تخریج و تحقیق : مولانا محمد دلشاد احمد قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)

☆ پروف ریڈنگ : قاری شان رضا قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)

☆ طبع اول : مطبع حنفیہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ

☆ طبع جدید : نومبر ۲۰۰۸ء/ ۱۴۲۹ھ

☆ تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

☆ کمپوزنگ : عثمانیہ کمپیوٹرز مدرسہ قادریہ بدایوں

☆ ناشر : تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

☆ تقسیم کار : مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

☆ قیمت :

رابطے کے لئے

TAJULFAHOOL ACADEMY

MADARSA QADRIA, MAULVI MOHALLA, BUDAUN-243601 (U.P.)

Phone : 0091-9358563720

انتساب

مصنف کتاب کے پوتے

محترم ومکرم جناب محمد عابد القادری بدایونی

(مرحوم ومغفور - مدفون کراچی پاکستان)

اور

محترم ومکرم جناب محمد زاہد القادری بدایونی

(مقیم امریکہ)

کے نام

جشن ذریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے　　　یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

شوال ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشدوہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ دس ماہ میں ۱۳؍ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں ۱۵؍ کتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ

☆☆☆

حرف آغاز

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کا رسالہ سماع الاموات شائع کرتے ہوئے فخر و مسرت محسوس کر رہی ہے۔

پٹنہ سے قاضی عبدالوحید فردوسی صاحب کی ادارت میں ماہنامہ تحفۂ حنفیہ شائع ہوا کرتا تھا، یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کا ترجمان تھا، اس کے مقابلہ میں بعض حضرات نے ''آثار السنن'' نام سے ایک رسالہ جاری کیا، اس کا اجراء بھی پٹنہ ہی سے ہوا۔ آثار السنن شمارہ ۳ میں ایک استفتا اور اس کا جواب شائع ہوئے، یہ استفتا اور جواب ص ۱۵ر تا ص ۲۰ر چھ صفحات پر مشتمل تھا، اس فتوے میں سماع اموات اور روحوں سے مدد طلب کرنے پر بحث کی گئی تھی۔ زیرِ نظر رسالہ حضرت حکیم شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فتویٰ کے جواب میں تصنیف فرمایا تھا، اس میں جگہ جگہ جن ''حضرت مجیب'' کو مخاطب کیا گیا ہے اس سے مراد وہی مفتی صاحب ہیں، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ''آثار السنن'' کے مفتی کا نام کیا تھا۔

حضرت حکیم شہید کا رسالہ سماع الاموات پہلے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا۔

پہلی قسط: تحفۂ حنفیہ جلد ۴ شمارہ ۱، بابت محرم ۱۳۱۸ھ از ص: ۱۴ تا ۳۶۔

دوسری قسط: تحفۂ حنفیہ جلد ۴ شمارہ ۲، بابت صفر ۱۳۱۸ھ از ص: ۲۹ تا ۴۴۔

اس کے بعد ۱۳۱۸ھ ہی میں قاضی عبدالوحید فردوسی کے زیر اہتمام مطبع حنفیہ پٹنہ سے علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اب تاج الفحول اکیڈمی تسہیل وترتیب اور تخریج وترجمہ کے ساتھ شائع کررہی ہے۔

یہ رسالہ آج سے ایک صدی قبل تالیف کیا گیا تھا لہٰذا اسلوب بیان اور اسلوب ترتیب دونوں اُس عہد کے مزاج و مذاق کے مطابق تھے، چونکہ یہ ایک رسالے کے جواب میں تالیف کیا گیا تھا اس لئے اسلوب تحریر میں مناظرانہ رنگ کا غالب ہونا ایک فطری بات ہے۔ آج سے ایک صدی قبل کی کوئی تحریر آج خواص کے لئے تو قابل استفادہ ہوسکتی ہے مگر عوام اس سے استفادہ نہیں کر سکتے لہٰذا اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ مفید، آسان اور قابل استفادہ بنانے کے لئے اس کی جدید ترتیب وتسہیل ناگزیر تھی، اس دشوار کام کو عزیز گرامی مولانا دلشاد احمد قادری (استاذ مدرسہ قادریہ بدایوں) نے بڑی خوبی اور سلیقہ مندی سے انجام دیا ہے۔ مولانا جامع العلوم فرقانیہ رامپور سے فارغ ہیں اور گزشتہ دو سال سے راقم کے زیر تربیت ونگرانی تحقیق وتصنیف میں مشغول ہیں۔ طلب علم کی تڑپ رکھتے ہیں، مزاج تحقیقی ہے، محنتی اور جفاکش ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خانقاہ قادریہ کے اکابر واولیاء سے نسبت ارادت اور مضبوط رشتۂ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ رب قدیر دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔

کتاب کی تسہیل اور جدید ترتیب کے سلسلہ میں چند امور کا خیال رکھا گیا ہے:-

(۱) حتی الامکان کتاب کو اس طرح آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصنف کی اصل عبارت میں کم سے کم تصرف کرنا پڑے۔

(۲) مصنف نے حوالوں کے طور پر صرف عربی فارسی عبارتیں درج کرنے پر اکتفا کیا تھا، جدید ترتیب میں تمام عبارتوں کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

(۳) پورا رسالہ مسلسل مضمون کی شکل میں تھا، اس میں موقع کی مناسبت سے ذیلی عناوین

اور سرخیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

(۴) حتی الامکان رسالہ میں درج آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج کر دی گئی ہے۔

(۵) جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں حاشیہ میں موضوع سے متعلق مفید معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

رب قدیر و مقتدر اس رسالہ کو نافع بنائے، مصنف، مرتب اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اسید الحق محمد عاصم قادری
مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
۱۳؍ستمبر ۲۰۰۸ء



تعارف مصنف

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

خاندان : بدایوں کا خانوادۂ عثمانیہ قادریہ برصغیر ہندو پاک کا وہ منفرد خانوادہ ہے جو علم و فن، درس و تدریس، تصوف و سلوک، ارشاد و ہدایت اور خدمت دین وحمایت مذہب کی آٹھ سو سالہ زریں اور تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۱۳ھ/ وفات ۱۲۸۹ھ) اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین قادری (ولادت ۱۲۴۳ھ/ وفات ۱۲۷۰ھ) اور چھوٹے صاحبزادے حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ/ وفات ۱۳۱۹ھ)۔ حضرت مولانا محی الدین قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم مرید جیلانی (ولادت ۱۲۶۴ھ/ وفات ۱۲۹۷ھ) تھے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم قادری نوری انھیں مولانا حکیم مرید جیلانی کے صاحبزادے، مولانا محی الدین قادری بدایونی کے پوتے اور سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول بدایونی کے پرپوتے ہیں۔

ولادت، تعلیم و تربیت : آپ کی ولادت ماہ شوال المکرّم ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) کو ہوئی۔ جد محترم حضرت سیف اللہ المسلول نے محمد عبدالقیوم نام تجویز فرمایا ''ذاکر رسول اللہ'' تاریخی نام ہے، سیف اللہ المسلول کی آغوش عاطفت میں نشو و نما ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ

قادریہ کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی، اس کے بعد حضرت تاج الفحول کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت تاج الفحول سے حاصل کئے، فراغت کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولاً حضرت مولانا سراج الحق قادری عثمانی (ولادت ۱۲۴۶ھ/ وفات ۱۳۲۳ھ) ابن مجاہد آزادی مولانا فیض احمد قادری بدایونی سے تحصیل کی، پھر دہلی جاکر حاذق الملک ابوسعید حکیم عبدالمجید خاں صاحب کی صحبت میں رہ کر طب میں کمال حاصل کیا۔ (اکمل التاریخ، ج:۲/ص:۱۹۵، مطبع قادری بدایوں)

بیعت و اجازت : حکیم شہید رحمۃ اللہ علیہ تاجدار مارہرہ نورالعارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اور آپ ہی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ صاحبِ تذکرۂ نوری مولانا غلام شبر صاحب بدایونی لکھتے ہیں:

> مولوی حکیم محمد عبدالقیوم صاحب عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں تھے اور حضور اقدس (حضرت نوری میاں) قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ، بااخلاص عقیدت منداوراس عاجز کے بہت پیارے بھائی تھے۔
>
> (تذکرۂ نوری، ص:۱۶۵، سنی دارالاشاعت لائلپور پاکستان، ۱۹۶۸ء)

مولانا غلام شبر صاحب نے تذکرۂ نوری میں آپ کو حضرت نوری میاں کے ''اعز الخلفاء'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حضرت تاج الفحول نے بھی آپ کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی قدس سرہٗ (خلیفہ سیف اللہ المسلول) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ (اکمل التاریخ، ص:۱۹۷)

عادات و خصائل : فراغت کے بعد آپ نے درس وتدریس اور مریضوں کے علاج کو اپنا مشغلہ بنایا، غرباء پروری، خدمت خلق اور حاجت مندوں کی حاجت براری کی شان آپ کے اندر نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ کے شاگرد مولانا عبدالحی صدیقی بدایونی لکھتے ہیں:

دن خدمت خلق ونفع رسانی خلق اللہ میں وقف تھا، یا درس کتب طب ہو رہا ہے یا مریضوں کے معالجہ میں اوقات گزر رہے ہیں، غرباء کو مفت دوائیں بٹ رہی ہیں، کسی سے خواہ امیر ہو، خواہ غریب کبھی بسلسلۂ طب وحکمت ایک پیسہ تک نہیں لیا جاتا یا غرباء ومساکین کی انجاح حاجات میں دوا دوش ہے یا ہدایت ونفع مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفیدہ ومضامین نافعہ شغل ہے، رات ذکر وفکر الٰہی کے لئے بنائی گئی تھی، سبحان اللہ عجب لیل ونہار تھے۔

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، جلد۴، شمارہ ۹-۱۰، ص:۶، رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ)

مدرسہ شمسیہ کا قیام : علم دین کی ترویج واشاعت کے لئے آپ نے جامع مسجد شمسی بدایوں میں حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں ایک عظیم دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا، ۱۱ر صفر ۱۳۱۷ھ کو حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں مدرسہ شمسیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کے لئے عظیم الشان جلسۂ افتتاح منعقد کیا گیا، حضرت علامہ محبّ احمد صاحب صدیقی بدایونی (تلمیذ حضرت تاج الفحول) مدرسہ کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

مولانا ضیاء القادری لکھتے ہیں:

حضرت شہید مرحوم نے ۱۳۱۷ھ میں جب دارالعلوم ندوہ کے قیام کا شہرہ ہوا تو ایک بلند پایہ درسگاہ قائم کرنے کی تجویز سوچی، اس تجویز کو مجلس علماء اہل سنت نے عملی صورت میں لانے کی تحریک کی، چنانچہ اسی سال جامع شمسی بدایوں میں ایک عظیم الشان افتتاحی جلسہ مدرسہ کا منعقد کیا گیا جس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی، مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی و دیگر مشہور علماء نے شرکت کی۔ جامع مسجد ہی میں یہ مدرسہ شمسیہ کے نام سے قائم کیا گیا۔ (تذکرۂ طیبہ، ص:۱۴، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور مدرسہ کے قیام کے اگلے ہی سال آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم عبدالماجد قادری بدایونی نے اس مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لئے جدوجہد کی اور اس کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسید الحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

قلمی خدمات : آپ نے صرف ۳۵؍ سال کی مختصر سی عمر پائی، اس میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا، آپ کی جو تصانیف اب تک ہمارے علم میں آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسالہ بیان شفاعت (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)
(۲) رسالہ فضائل الشہور (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)
(۳) رسالہ بیان غربت اسلام (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)
(۴) سطوۃ فی رد ہفوات ارباب دارالندوۃ (مطبوعہ مطبع نسیم سحر بدایوں، ۱۳۱۳ھ)
(۵) رسالہ سماع موتی (تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے دو قسطوں میں شائع ہوا، بعد میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے علیحدہ شائع ہوا۔ اب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شائع کرنے جا رہی ہے)
(۶) رسالہ احکام و اسرار صلاۃ
(۷) رسالہ تدابیر معالجات (طب غیر مطبوعہ)
(۸) شرح سبعہ معلقہ (پانچ قصائد کی شرح غیر مطبوعہ)
(۹) رسالہ علم عروض (غیر مطبوعہ)
(۱۰) اسلامی ناول (تاریخی ناول، تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)

وفات : مدرسہ اہل سنت پٹنہ کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے حضرت تاج الفحول کے ہمراہ پٹنہ تشریف لے جا رہے تھے، فجر کے وضو کے لئے ریل سے اترے، اسی اثنا میں ریل چل دی، آپ نے دوڑ کر ریل میں سوار ہونا چاہا پیر پھسلا اور آپ پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے، گاڑی روکی گئی، آپ کو اٹھایا گیا، پٹنہ پہنچ کر علاج شروع ہوا، وقت مقررہ

آچکا تھا، لہٰذا ۱۴؍رجب ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء) کو آپ نے پٹنہ ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہیں تجہیز و تکفین کی گئی، حضرت مولانا شاہ سید امین الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سجادہ بہار شریف) نے نماز جنازہ پڑھائی، سیکڑوں علماء و مشائخ جنازے میں شریک ہوئے، آپ کی نعش کو بذریعہ ریل پٹنہ سے بدایوں لایا گیا اور درگاہ قادری میں اپنے جدّ محترم حضرت سیف اللہ المسلول کے پائنتی سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا ضیاء القادری آپ کے سانحۂ رحلت کی تفصیل لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> پٹنہ میں ندوۃ العلماء کا جلسہ بھی تھا اور مدرسہ اہل سنت کا سالانہ اجلاس بھی، مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کی سرکردگی میں طلب ہوا تھا۔ آپ نے جلسہ کی کامیابی کے لئے تمام ہندوستان میں دورہ کیا اور علماء کو شرکت کے لئے آمادہ کیا، بکثرت علماء اپنے اپنے مستقر سے پٹنہ آپ کی دعوت پر روانہ ہو رہے تھے اور ہو چکے تھے، آپ بھی علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ ریل میں سفر فرما رہے تھے کہ وارا نگر اسٹیشن پر گاڑی رُکی، نماز فجر کا وقت تھا آپ پلیٹ فارم پر اُترے حوائج ضروریہ سے فارغ ہوئے، وضو کیا ریل نے سیٹی دی، آپ نے حالت اضطراب میں لپک کر چلتی ریل میں سوار ہونے کا قصد کیا، ریل تیز ہو چکی تھی، پیر پھسلا لوہے کی سلاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپ پلیٹ فارم اور ریل کے درمیانی خلا میں گر گئے اور نہ معلوم کتنے چکروں کے ساتھ ریل کے پہیوں میں گھسٹتے چلے گئے۔ تمام مسافروں میں شور مچ گیا مولانا شاہ محمد فاخر چشتی اجملی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے چلتی گاڑی میں سے کود پڑے، گاڑی روک دی گئی۔ یہ نازک اندام شہید ملت جس کے حسن صورت و حسن سیرت میں مدینہ کی تجلیاں، بغداد کی جلوہ آرائیاں مضمر تھیں غیبی ہاتھوں، روحانی حصاروں میں ریل سے گرتے ہی لے لیا

گیا تھا۔ قادر ومقتدر مولا کی قدرت نمائیاں کارفرماتھیں، ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ ریل کے رکتے ہی بلا کسی کے سہارے حضرت شہید ملت ریل کے پہیوں سے دامن قبا چھڑاتے ہوئے باہر نکل آئے، مولانا فاخر نے جن کے پاؤں میں سخت چوٹ آ چکی تھی دوڑ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مسافروں، ہمراہیوں میں تشکر الٰہی کے لئے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں مگر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی خدا بیں آنکھیں پُر آب تھیں، شہید ملت کو ہاتھوں ہاتھ گاڑی میں سوار کرلیا گیا۔ بظاہر جسم پر کوئی خراش نہ تھی مگر دست قضا اپنا کام کر چکا تھا، روح مضمحل تھی، غشی طاری تھی، عم گرامی مولوی ستار بخش صاحب قادری نے فوراً پٹنہ، بدایوں اور مختلف مقامات کو تار دیئے، گاڑی یہاں سے روانہ ہوکر چوسہ اسٹیشن پر جہاں پلیگ کا قرنطینہ تھا رُکی وہاں یہ پوری جماعت اُتار لی گئی۔ یہاں سے بہ ہزار دقت دوسرے روز روانگی کی اجازت ملی۔ اس اچانک حادثہ کی اطلاع تمام ہندوستان میں بجلی کی طرح پہنچ گئی۔ پٹنہ اسٹیشن پر شہید ملت کے لئے ہزاروں مسلمان بے شمار علماء و مشائخ موجود تھے۔ آپ کو کرب واضطراب کی حالت میں فرودگاہ تک نہایت محفوظ طریقہ سے پہنچایا گیا، وہاں حضرت سید العرفاء مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد اور دیگر مشائخ کبار بہار کے اصرار پر ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا، ڈاکٹر نے کسی کو ملنے، گفتگو کرنے، مریض کو جنبش کرنے کی ممانعت کردی تھی۔ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمتہ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب چشتی نظامی سہسوانی، حضرت پیر دستگیر مولانا شاہ عبدالمقتدر غلام پیر، مولوی امداد رسول عثمانی، مولانا الحاج شاہ فضل مجید فاروقی، عمی خانصاحب مولوی

ستار بخش صاحب قادری، منشی مولوی شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم مخصوص طور پر تیمار داری کے لئے مقرر تھے۔ اس عاشق رسول، اس شہید ملت کو جب ذرا ہوش آتا جلسہ کی شرکت اور کامیابی کا تذکرہ زبان پر جاری ہوتا، مگر قدرت کو منظور تھا کہ مذہبی عشق، صداقت وحقانیت کی دنیا، جذبات خلوص کی ہنگامہ آرائی آپ کے سینہ کے اندر ہی رہے اور ان تمناؤں کو لئے ہوئے آپ دربار ربّ العزت میں حاضر ہوں، غرض ۱۳؍رجب کو اسی حالت میں کہ تیماردار آپ کی صحت پر شاداں تھے، طبیعت رو بہ افاقہ تھی یکا یک دل وجگر کے ٹکڑے خون بن بن کر استفراغ کی راہ سے نکلنا شروع ہوئے۔ اُدھر جلسہ بصد کامیابی ختم ہونے کی صدا بلند ہوئی اُدھر یہ سرفروش مجاہد ملّت عروس شہادت سے ہمکنار ہوکر راہیٔ دارالقرار ہوا، **اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا الیہ راجعون** ۔ پٹنہ ہی میں غسل میت ہوا وہیں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا سید شاہ امین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ہزارہا مسلمان سیکڑوں علما ومشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی نماز جنازہ تھی کہ بے شمار اولیا، مشائخ، علما، فضلا، صلحا وعمائد شریک ہوئے۔ (تذکرۂ طیبہ، ص: ۶، ۷، ۸، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

اعلی حضرت فاضل بریلوی کا تعزیتی مکتوب : حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ کی اس اچانک اور حادثاتی وفات پر ہندوستان کے سرکردہ علماء ومشائخ نے حضرت تاج الفحول اور سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی کے نام تعزیتی خطوط ارسال کئے اور شعراء نے قطعات تاریخ نظم کئے، ان میں سے اکثر خطوط اور قطعاتِ تاریخ ایک جلد میں محفوظ کر دیئے گئے، یہ قلمی مجموعہ کتب خانہ قادری بدایوں میں محفوظ ہے۔ حضرت فاضل بریلوی نے بھی ایک طویل خط ارسال فرمایا، ہم یہاں اس خط

کے بعض ضروری اقتباس ہدیۂ قارئین کررہے ہیں:

بگرامی ملاحظہ مولانا وبکل الفضل اولانا ذی المجد والفضل والکرم الباہر مولانا مولوی محمد عبدالمقتدر صاحب رقاہم اللہ تعالیٰ الی اقصی مدارج الکمال و اعلیٰ معارج الجمال آمین۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مولانا! شب جمعہ میں مَیں نے کچھ فرصت پائی اپنے برادر اعز شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرثیہ میں چند اشعار کی طرح ڈالی، حضرت سید ابراہیم میاں صاحب نے انھیں قلم بند فرمالیا کہ زبانی سہو نہ ہو جائیں، شب کو سویا تو شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا میرے مکان میں تشریف لائے ہیں، بدن نہایت تر و تازہ کہ حیات دنیوی میں ہرگز ایسا نہ تھا اور رنگ کی چمک ایسی کہ گویا ہر عضو بدن سے ایک شعاع لطیف کی حالت نمایاں، خصوصاً آنکھوں کی چمک واللہ اِس وقت میری نگاہ میں ہے۔ کپڑے سر سے پاؤں تک نہایت سفید براق، بے داغ، چمکتے ہوئے کہ ایسے کپڑے حیات میں تو کسی کے قطعاً سننے میں بھی نہ آئے اور خواب میں بھی سوا حضرت والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کے دیکھنے یاد نہیں، بہت شاد و مسرور آ کر نہایت محبت کے ساتھ میرے سینے سے لپٹ گئے میں نے غایت محبت برادرانہ سے برخلاف عادت حیات کہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا کرتا تھا لبوں کا بوسہ لیا اور آنکھ کھل گئی، کچھ باتیں کہ ہوئیں اصلاً یاد نہ رہیں، میں نے چاہا تھا کہ صبح ہی آپ کو بحمد للہ تعالیٰ اس رویاء صالحہ کی اطلاع لکھوں گا مگر کچھ بے فرصتی کچھ آپ کے گرامی نامہ کا انتظار رہا، وہ اشعار یہ تھے۔

ابکی و امزج دمعاً ساجماً بدم
وما بکائی لجیران بذی سلمٖ
ولا لریح اتت من صوب کاظمة
ولالبرق بدا فی الداج من اضمٖ

تقریباً دس اشعار تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

دعاء فرمائیے کہ قصیدہ بالخیر ختم ہو جائے، جب سے پھر ایک مصرع کی فرصت نہ ملی، ہاں فارسی میں ایک قطعہ تاریخی دو شعر کا لکھا ہے جس سے کئی ہزار تاریخیں نکل سکیں گی، یہ ایجاد خاص ہے اس قطعہ سے غالباً انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار سے زائد قطعات تاریخی نکلیں گے، ہر قطعہ مثل اصل چار مصرع کا، ہر مصرع ہر قطعہ کا تاریخی ہوگا تو امید ہے کہ چار ہزار سے زیادہ مصاریع تاریخی پیدا ہوں گے، ابھی اس کا محاسبہ نہیں کیا ہے، یہ قطعہ رات ہی لکھا ہے، آپ کا عنایت نامہ مع عبارت تشریف لایا **جزاکم اللہ تعالٰی احسن الجزاء**

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

مولانا! یہ اذل ارذل بھی آپ کو اعلیٰ حضرت دام ظلہم (تاج الفحول، اسیّد) کے مخاطبہ کے لائق نہیں سمجھتا لہٰذا جو کچھ عرض کرتا شہید مرحوم کو خط لکھتا کہ بہ نسبت آپ کے ان سے زیادہ بے تکلف تھا، میں نے ان آنکھوں سے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے والد کریم دام ظلہم کا غایت ادب کرتے دیکھا ہے، مجھ پر لازم ہے کہ آپ کا ادب کروں، اور شہید مرحوم سے بے تکلفی کا برتاؤ تھا اب کہ وہ تشریف لے گئے اور ہماری کمریں خم کر گئے آپ سے مخاطبہ کیا کرتا ہوں، اللہ عزوجل آپ کو ہر شر سے محفوظ ومصون اور قرون متطاولہ تک مفیض

مسلمین و معافی و مامون رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وعلیہم اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

اس کے بعد مطبع اہل سنت اور مدرسہ منظر اسلام کے انتظامی امور سے متعلق کچھ باتیں تحریر فرما کر خط کا اختتام کرتے ہیں، یہ خط ۱۰/شعبان ۱۳۱۸ھ بروز منگل کو بریلی سے تحریر کیا گیا ہے۔

اولاد : حضرت حکیم شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوصاحبزادے ہوئے۔

(۱) مجاہد آزادی حضرت مولانا حکیم ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی

(۲) مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالماجد قادری بدایونی کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے زمانے کے زبردست خطیب اور قومی وملی قائد تھے، جدوجہد آزادی میں صف اول میں قائدانہ کردار ادا کیا، اپنے زمانے کی تمام اہم ملی وقومی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۲۰ سے زیادہ تصنیفات و تالیفات کا ذخیرہ چھوڑا، تحریر وتقریر، درس و تدریس، دعوت وتبلیغ اور احقاق حق و ابطال باطل ہر میدان میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین وملت کی خدمت کی۔ ۳/شعبان ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) کو صرف ۴۶/سال کی عمر میں وفات پائی، درگاہ قادریہ بدایوں میں اپنے مرشد گرامی سیدنا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی کے پائنتی آرام فرما ہیں۔ (تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسیدالحق قادری)

چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی ۱۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے، عالم وفاضل، بہترین خطیب، ملی قائد اور مصنف تھے، ملی تحریکات میں اپنے بڑے بھائی کی زیرنگرانی حصہ لیا، بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں

شریک رہے، تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے وہاں جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بنائے گئے اور وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے تمام ممالک اسلامیہ اور روس و چین کا دورہ کیا، تاکہ پاکستان کے حق میں عالمی رائے عامہ ہموار کی جا سکے۔ مختلف مذہبی، ملی اور سیاسی موضوعات پر ۲۰ سے زائد کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) میں کراچی میں وفات پائی اور اپنے قائم کردہ ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کراچی میں سپرد خاک کئے گئے۔

قیام پاکستان کے لئے آپ کی جد و جہد کے اعتراف میں چند سال قبل حکومت پاکستان نے آپ کے نام کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

ان دونوں حضرات کا سلسلۂ اولاد واخلاف پاکستان، انگلینڈ اور امریکہ میں موجود ہے۔



هو المقتدر

بسم الله الرحمن الرحیم

تمہید –

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

خدا در انتظار حمد ما نیست　　محمد چشم بر راہ ثنا نیست

منا جاتے اگر خواہی بیاں کرد　　بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

الٰہی از تو می خواہم خدارا　　محمد از تو عشق مصطفیٰ را

(ترجمہ:- خدائے برتر ہماری حمد وثنا کا منتظر نہیں ہے یعنی وہ ہماری حمد کامحتاج نہیں ہےاور محمد مصطفیٰ ﷺ ہماری تعریف کے خواہش مند نہیں ہیں اگر تو کوئی دعا کرنا چاہتا ہےتو وہ ایک ہی شعر میں مکمل ہوسکتی ہے کہ اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے خدائے برتر کا طلبگار ہوں یعنی اس کی رضا چاہتا ہوں اور اے میرے معبود میں تجھ سے عشق مصطفیٰ چاہتا ہوں)۔

ذی علم وذی ہوش حضرات پر یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ انسان کے تمام ادراکات جیسے دیکھنا، سننا، بولنا، محسوس کرنا وغیرہ یہ درحقیقت روح کے صفات ولوازم ہیں۔ ان تمام ادراکات کے صدور کے لئے بدن انسانی صرف ایک آلہ کا کام انجام دیتا ہے۔ بدن انسانی کا ان ادراکات سے براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ تعلق ہے ورنہ جب روح بدن سے پرواز کرجاتی ہےتو آنکھ ہونے کے باوجود انسان دیکھ نہیں سکتا، کان ہونے کے باوجود انسان سن نہیں سکتا، زبان ہونے کے باوجود بولا نہیں جا سکتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمع، بصر وغیرہ حقیقتاً روح کے افعال ہیں بدن انسانی صرف ایک واسطہ ہے لیکن مجازاً ان ادراکات کی نسبت بدن کی طرف کردی جاتی ہے۔ موت بدن کو گلا کرمٹی بنادیتی ہے لیکن موت کا روح پر کوئی اثر نہیں ہوتا روح اپنی پہلے سی ہیئت میں باقی رہتی ہے۔ ترکیب انسانی میں روح اور

جسم دونوں شریک ہیں مگر انسانیت کا جزو اعظم روح ہے مرنے کے بعد بھی منجملہ روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے اور کسی حد تک اس کے ادراکات بھی باقی رہتے ہیں۔ یہ وقت کا بہت بڑا المیہ ہے کہ کچھ لوگ جو اسلام کا دعوی کرنے کے باوجود اپنی تقریر و تحریر سے یہ ثابت کر نے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ موت کے بعد انسان کے جملہ ادراکات یکسر ختم ہو جاتے ہیں اور انسان جماد (پتھر) کے مثل ہو جاتا ہے ان کا یہ فاسد نظریہ نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے سراسر خلاف اور حقیقت و سچائی سے انتہائی دور ہے۔

وجه تاليف -

کچھ دنوں سے بعض سنی بھائیوں نے پٹنہ عظیم آباد سے ''تحفۂ حنفیہ'' نامی ایک ماہانہ رسالہ کی اشاعت کا انتظام کیا ہے جس کی اصلی غرض مذہب حق کی تائید اور باطل فرقوں روافض و وہابیہ، تفضیلیہ و نیچریہ کے اوہام و عقائد کی تردید ہے۔ اس کو دیکھ کر ارباب ندوہ نے بہت پیچ و تاب کھایا کہ پٹنہ جہاں کے ذی مقدور لوگ باہمت اور دل والے ہیں، جہاں سے کئی لاکھ روپیہ کی قوی امید ہے، جہاں حلقہ بگوشان و مریدان پیر نیچر کی کچھ کمی نہیں اور پھر ایسے مقام سے مذہب اہل سنت کا حامی پرچہ اشاعت پائے۔ ان سے اور کچھ نہ ہو سکا تو ''آثار السنن'' نامی ایک رسالہ شائع کیا جن میں وہی بیانات درج کئے گئے ہیں جن کا بطلان حضرات اہل سنت کی جانب سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے جس کے جواب الجواب سے اکابر وہابیہ نجدیہ عاجز ہو گئے مگر صد افسوس اس تعصب اور اندھی تقلید کا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد بھی باطل کو نہیں چھوڑ رہے ہیں اور بمصداق حدیث **اذالم تستحی فاصنع ما شئت** (جب تیری شرم و حیا ختم ہو جائے تو جو چاہے کر) ان ہی خیالات فاسدہ و باطلہ کو جو **اوهن من بيوت العنكبوت** (مکڑی کے جالوں سے زیادہ کمزور) ہیں نہایت مستحکم اور زینت آثار خیال کر کے اپنی قابلیت جتائی جاتی ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر ''آثار السنن'' پرچہ نمبر ۳ ہے جس میں صفحہ ۱۵ سے ۲۰ تک ایک استفتاء مع جواب درج ہے جو سماع ارواح و استمداد کے متعلق ہے۔ اس استفتاء کے

جواب میں مجیب صاحب نے انتہائی تعصب پسندی اور افراط وتفریط کا مظاہرہ کیا ہے اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے نصوص قرآنیہ واخبار صحیحہ کو نظر انداز کر کے اپنے اوہام باطلہ کی پیروی کی ہے تو غلط نہ ہوگا اگر چہ بعض مخلص احباب کا خیال تھا کہ سماع ارواح واستمداد انبیاء و اولیاء پر پوری تفصیل وتوضیح کے ساتھ تحریر کیا جائے مگر چونکہ اس قسم کے تمام مسائل طے شدہ ہیں اور حضرات علماء اہل سنت نے انھیں نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے مستحکم کر دیا ہے۔ نیز ان مسائل میں حضرات علماء اہل سنت کے رسائل عربی، فارسی اور اردو زبان میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں لہٰذا ہم اختصار کے ساتھ ''آثار السنن'' میں چھپے استفتاء کے جواب کا تنقیدی جائزہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ ہم مجیب صاحب کے قول کو نقل کر کے بالترتیب اس کا جواب دیں گے۔ مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

''جب آدمی مرجاتا ہے تو دنیا کے حالات اور زندہ لوگوں کے احوال سے اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے''۔

جو قدرت الٰہیہ کے بیش قیمت عطایا کی قدر پہچان کر ہر عطیۂ قدرت کو اس کے محل پر صرف کرتے ہیں وہ باخبر اور زندہ دل اہل نظر لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جو انسان آنکھیں رکھ کر ان سے وہ کام نہ لے کہ جس غرض سے آنکھیں عطا کی گئی ہیں۔ کان، دماغ، قلب ہوتے ہوئے ان کو صحیح استعمال نہ کرے، زندہ ہو اور مفہوم زندگانی کو فراموش کر دے تو وہ مثل جماد کے بے جان ہے، اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ **فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ** (۱) یعنی وہ لوگ پتھر ہیں بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ایسی صورت میں یہ امید کب کی جا سکتی ہے کہ اگر اخبار صحیحہ پیش کی جائیں تو ان پر وہ کارگر ثابت ہوں لیکن بہر حال اتمام حجت کی غرض سے چند شواہد قویہ پیش کئے جاتے ہیں جن کے ملاحظہ کے بعد ہر انصاف پسند طبیعت کو ان کی بے خبری اور ہٹ دھرمی کا صحیح اندازہ کر لینا دشوار نہ ہوگا اور ان نصوص کی روشنی میں مجیب

۱۔ البقرۃ:۷۴

صاحب کے درج بالا قول کا بطلان واضح ہو جائے گا۔

مردے زائرین کے سلام و کلام کو سنتے ہیں -

مرقات شرح مشکوٰۃ میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:-

فان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام وتعرض علیھم اعمال اقار بھم فی بعض الایام نعم الانبیاء یکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل و یحصل لبعض وراثھم من الشھداء والاولیاء والعلماء الحظ الاوفیٰ بحفظ ابد انھم الظاھرۃ بل بالتلذذ بالصلوۃ والقرأۃ و نحوھما فی قبورھم الطاھرۃ الی قیام الساعۃ الاٰخرۃ وھذہ المسائل کلھا ذکر ھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ(۲)

تمام مردے بھی سلام وکلام کو سنتے ہیں اور بعض ایام میں ان پر ان کے اقارب واعزاء کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔انبیاء کرام کی حیات مبارکہ بدرجۂ اتم واکمل ثابت ہے اور بعض وارثین انبیاء جیسے شہداء، اولیاء، علماء ان حضرات کو اپنے جسموں کے تحفظ میں وافر حصہ ملا ہے (یعنی بعض اللہ والوں کے اجسام بھی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں) بلکہ یہ اہل اللہ اپنی قبور مبارکہ میں نماز، تلاوت قرآن وغیرہ عبادات سے لذت حاصل کرتے ہیں اور یہ قبور میں عبادات سے لطف اندوزی تا قیام قیامت جاری رہے گی یہ تمام مسائل وہ ہیں جن کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''شرح الصدر فی احوال الموتی والقبور'' میں احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔

۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملا علی قاری، ج:۳، ص۴۰، کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ، فیصل پبلی کیشنز دیو بند ۲۰۰۵ء

شرح فقہ اکبر میں علامہ علی قاری لکھتے ہیں:۔

واعادة الروح الی الجسد بجمیع اجزائه او بعضه مجتمعةً او متفرقة حق وفی المسئلة خلاف المعتزلة و بعض الرفضة و قدوردالاحادیث المتظاهرة فی المبنی المتواترة فی المعنی فی تحقیق احوال البرزخ والعقبی وقد استوفاها شیخ مشائخنا الجلال السیوطی فی کتابه المسمی بشرح الصدور فی احوال القبور وفی الکتابه الاٰخر المسمی بالبدور السافرة فی احوال الاٰخرة فعلیك بها ان کنت ترید الاطلاع و ارتفاع النزاع من الطباع(۳)

روح کا جسم کے تمام اجزاء یا بعض اجزاء کی طرف لوٹنا حق ہے خواہ جسم کے اجزاء مجتمع ہوں یا متفرق ہوں اس مسئلہ میں معتزلہ اور بعض روافض کا اختلاف ہے۔ احادیث ظاہرہ متواتر المعنی عالم برزخ و عالم عقبی کے احوال میں وارد ہوئی ہیں جن کو شیخ المشائخ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور اور بدور السافرۃ فی احوال الآخرہ میں بالاستیعاب نقل کیا ہے۔ اگر تم ان پر مطلع ہونے کا ارادہ رکھتے ہو اصلاً نزاع و خلاف کا ارتفاع چاہتے ہو تو ان کتب کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث الاعظم رقم فرماتے ہیں:۔

ونؤ من ان المیت یعرف من یزوره(۴)

ہم یقین رکھتے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے۔

۳۔ شرح فقہ اکبر: ملاعلی قاری ص: ۱۲۰

۴۔ غنیۃ الطالبین: غوث اعظم رضی اللہ عنہ

شرح الصدور میں علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:-

عـن عـائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ مـامن رجل یزور قبر اخیه و یجلس علیه الااستأنس به حتیٰ یقوم(۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہےاور قبر کے پاس بیٹھتا ہےتو اس سے میت کوانس حاصل ہوتا ہے یہاں تک وہ وہاں سے کھڑا ہوجائے یعنی قبر کے پاس سے چلا آئے۔

اسی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

اذا مـر رجـل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام و عرفه(٦)

جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس میں دفن ہونے والے شخص کووہ پہچانتا ہےاور وہ شخص سلام کرتا ہےتو صاحب قبر اس کےسلام کا جواب دیتا ہےاوراسے پہچانتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

قـال رسول الله ﷺ مامن احد یمر بقبر اخیه المؤمن کـان یـعـرفـه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام(۷)

۵۔ شرح الصدور باحوال الموتیٰ والقبور: علامہ سیوطی، باب: زیارہ القبور، ص: ۸۰ بحوالۂ ابن ابی الدنیا، فی کتاب القبور
٦۔ مرجع سابق: نفس الصفحہ بحوالہ شعب الایمان: امام بیہقی
۷۔ مرجع سابق: نفس الصفحہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور صاحب قبر دنیا میں اسے پہچانتا تھا جب وہ شخص سلام کرتا ہے تو میت اسے پہچان لیتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

امام سیوطی شرح الصدور میں باب کلام الموتی باموات وجواب الموات باحیاء میں لکھتے ہیں:۔

وهذه اٰثار مستندة اخرجها ائمة الحديث باسا نيدها فی کتبهم۔

یہ آثار واحادیث مستند ہیں جن کو ائمۂ احادیث نے اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد –

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث قلیب بدر کے متعلق فرماتے ہیں:۔

اعلم ان هذا الحديث المتفق علی صحة صريح فی ثبوت السماع للموتی و حصول العلم لهم بما يخاطبون و کذلك حديث مسلم ان الميت يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا وما جاء فی زيارته ﷺ اهل البقيع والسلام عليهم والخطاب معهم مع من لا يسمع ولا يفهم مما لا يعقل وکاد ان يعد من العبث وليس هذا مخصوصا به عليه السلام بل هی سنة مستمرة لمن يزور القبور۔

جان لو! کہ یہ حدیث مردوں کے سننے اور ان کے واسطے حصول علم کے ثبوت میں واضح طور پر صحیح ہے اسی طرح مسلم شریف کی حدیث کہ میت لوگوں کے قدموں کی چاپ کو سنتی ہے جب لوگ (اس کی قبر

سے) واپس لوٹتے ہیں اور جو احادیث میں آتا ہے کہ حضور اہل بقیع کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور ان کو سلام کیا کرتے تھے تو ایسے لوگوں سے کلام وسلام کرنا جو نہ سنتے ہوں اور نہ سمجھ ہی رکھتے ہوں خلافِ عقل ہے۔ان سے سلام وکلام عبث ہوگا (اور حضور علیہ السلام سے ایک عبث کام کا ظہور عقل کے خلاف ہے) میت کو سلام کرنا صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ہر اس شخص کے لئے سنت مستمرہ ہے جو میت کی زیارت کے لئے جائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تفصیل وتحقیق کے بعد فرماتے ہیں:-

وبالجملة الكتاب والسنة مملؤان باخبار تدل على وجود العلم للموتٰى بالدنيا واهلها فلا مجال لانكاره الا لجاهل بالاخبار او منكر بالدين۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسے اخبار وآثار بے شمار ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مردوں کو دنیا اور اہل دنیا کا علم ہوتا ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو احادیث سے نابلد اور منکر دین ہے۔

مقاصد میں ہے:-

فعندهم اى الفلاسفة لا يبقى ادراك الجزئيات عند فقد الاٰلات وعندنا يبقى بل الظاهر من قانون الاسلام الادراكات المتجددة ايضا ولهذا ينتفع بزيارة القبور والاستعانة من نفوس الاخيار(۸)

۸۔ مقاصد: علامہ سعدالدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی ۱۳۰۵ھ

بقیہ اگلے صفحہ پر

فلاسفہ کے نزدیک آلات ووسائط کے مفقود ہونے کے وقت جزئیات کا ادراک باقی نہیں رہتا اور ہمارے نزدیک (آلات وذرائع کی عدم موجودگی میں) ادراکات باقی رہتے ہیں بلکہ اسلامی قوانین سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (میت کو) نئے ادراکات بھی حاصل ہوتے ہیں اسی باعث قبور کی زیارت، نفوس قدسیہ سے استعانت کرنے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور اقوال علماء، سلف صالحین سے مجیب صاحب کے قول کی واضح طور پر تردید ہوتی ہے کہ ''جب آدمی مرجاتا ہے تو دنیا کے حالات اور زندہ لوگوں کے احوال سے اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے'' مجیب صاحب کا یہ قول احادیث مصطفویہ کی روشنی میں سراسر

پچھلے صفحہ کا بقیہ۔

شرح مقاصد میں علامہ سعدالدین تفتازانی تحریر فرماتے ہیں:- لما کان ادراک الجزئیات مشروطا عندالفلاسفة بحصول الصورة فی الاٰلات فعند مفارقة النفس وبطلان الاٰلات لاتبقی مدركة للجزئيات ضرورة انتفاء المشروط بانتفاء الشرط وعندنا لما لم تكن الاٰلات شرطا فی ادراک الجزئیات اما لانه لیس بحصول الصورة لا فی النفس ولا فی الحس واما لانه لا یمتنع ارتسام صورة الجزئی فی النفس بل الظاهر من قواعد الاسلام انه یكون للنفس بعد المفارقة ادراكات متجددة جزئية واطلاع علی بعض جزئیات احوال الاحیاء سیما الذین كان بینهم وبین المیت تفارق فی الدنیا ولهذا ینتفع بزیارة القبور والاستعانة بنفوس الاخیار من الاموات فی استزال الخیرات و استدفاع الملمات فان للنفس بعد المفارقة تعلقاما بالبدن وبالتربة التی دفنت فیها.

شرح مقاصد: علامہ سعدالدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی ۱۳۰۵ھ

ترجمہ:- فلاسفہ کے نزدیک جزئیات کا ادراک صورت کے آلات میں حصول کے ساتھ مشروط ہے لہٰذا نفس کے (بدن سے) جدا ہونے اور آلات کے باطل ہونے کے وقت جزئیات کا ادراک کرنے والی قوت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ شرط کے انتفاء سے مشروط کا انتفاء لازمی ہے اور ہمارے نزدیک (علماء اسلام) جزئیات کے ادراک کرنے میں آلات شرط نہیں ہیں یا تو اس لئے کہ صورت کا حصول نہ نفس میں ہوتا ہے اور نہ حِس میں یا اس لئے کہ صورت جزئی کا نفس میں چھپنا ممتنع نہیں ہے بلکہ قواعد اسلامی سے یہ ظاہر ہے کہ مفارقت کے بعد نفس کو نئے جزئی ادراکات ہوتے ہیں اور زندہ لوگوں کے بعض جزئی احوال پر نفس کو اطلاع ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کے احوال سے کہ ان کے اور میت کے مابین دنیا میں تفارق ہوا اسی وجہ سے زیارت قبور اور وفات یافتہ نفوس قدسیہ سے حصول اور تکلیف دہ چیزوں کے دفع میں استعانت کرنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ مفارقت کے بعد نفس کا کچھ نہ کچھ تعلق بدن اور اس قبر سے ہوتا ہے جس میں میت دفن ہوئی۔

باطل ہے احادیث نبویہ واقوال سلف صالحین اس بات پر بین شاہد ہیں کہ مردہ زندوں کو پہچانتا ہےان کا سلام وکلام سنتا ہےاور جواب بھی دیتا ہے۔

سماع موتیٰ پر شاہ عبدالعزیز دھلوی کا فتویٰ -

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فتاویٰ عزیزی میں سماع موتی کے متعلق لکھتے ہیں:-

سوال: چہ می فرمایند علماء دین اندرایں معنی کہ انسان رابعد موت ادراک وشعور میماند چنانچہ زائرین قبر خودراشناسند وسلام شاں می شنود یانہ؟

جواب:-انسان رابعد موت شعور وادراک باقی میماند برایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب القبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفترے طویل می خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی ودیگر کتب حدیث باید دید واثبات عذاب القبر در کتب کلامیہ از مباحث عمدہ است حتی کہ بعض از اہل کلام منکر آنرا تکفیر کردہ اند وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور نمی تواند شد ونیز دراحادیث صحیحہ مشہورہ درباب قبور وسلام بر موتی وہم کلامی باآنہا کہ **انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا انشاء الله تعالى بكم لاحقون** ثابت است ودر بخاری ومسلم موجود است کہ آنحضرت ﷺ باکفار مکہ کہ دربدر کشتہ بودند خطاب فرمودند **هل وجدتم ما وعد ربكم حقا** مردم عرض کردند کہ **يا رسول الله ما تتكلم من اجساد ليس فيها ارواح** فرمودند کہ **ماانتم باسمع منهم ولكنهم لا يجيبون** ودرقرآن مجید ثابت است **ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتابل احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما اٰتهم الله من فضله** بلکہ ازاحوال پس ماندگان ہم

خوش وقتے واستبشار ثابت است **و یستبشـرون بـالـذین لم یـلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم ولاهم یحزنون** بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست(۹)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ انسان کو موت کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے، مردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں اوران کے سلام کو سنتے ہیں یا نہیں؟

جواب :- انسان کو موت کے بعد شعور و ادراک باقی رہتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں عذاب قبر، تنعیم قبر ثابت ہے (یعنی صاحب قبر کو عذاب ہوتا ہے اور راحت وآسائش بھی پہنچتی ہے) اوراس کی تفصیل کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے اس کے لئے شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور اور دیگر کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔عذاب قبر کے اثبات کے سلسلہ میں علم کلام کی کتب میں

۹۔ فتاویٰ عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،ص:۹۳،مطبع مجتبائی دہلی،۱۳۱۱ھ

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزی میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ''ادراک وشعور اہل قبور بعد موت در بعض امور زیادہ میشود وبعضے کم انچہ تعلق باموری غیب دارد ادراک آنہا زیادہ است وانچہ تعلق در امور دینویہ باشد ادراک آنہا کم وسبش آنست کہ التفات وایشاں در امور غیبیہ زیادہ است و در امور دنیویہ کم بایں جہت تفاوت واقع می شود والا اصل ادراک وشعور یکسان است۔ فتاویٰ عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص:۹۳، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

ترجمہ: موت کے بعد اہل قبور کا ادراک وشعور بعض امور میں زیادہ ہوجاتا ہے اور بعض میں کم: جس چیز کا تعلق امور غیبیہ سے ہوتا ہے اس میں اہل قبور کا ادراک زیادہ ہوگا اور جن چیزوں کا تعلق امور دنیویہ سے ہوگا اس میں کم ادراک ہوگا اور اس (کمی وزیادتی) کا سبب یہ ہے اہل قبور کی توجہ امور غیبیہ میں زیادہ ہوتی ہے اورامور دنیویہ میں کم۔اسی وجہ سے فرق ہوتا ہے ورنہ اصل ادراک وشعور یکساں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ان دونوں روشن عبارتوں کے تناظر میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مردوں کا ادراک باقی رہتا ہے بلکہ بعض امور میں زندہ لوگوں سے بڑھ جاتا ہے۔

عمدہ مباحث ہیں یہاں تک کہ بعض متکلمین نے منکر عذاب قبر کی تکفیر فرمائی ہے اور عذاب قبر، ثواب قبر بغیر ادراک وشعور کے نہیں ہوسکتا۔ نیز احادیث صحیحہ مشہورہ میں مردوں کو سلام کرنے کے باب میں **انتم سلفنا و نحن بالاثر وانا انشاء الله تعالیٰ بکم لاحقون** ثابت ہے اور بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے جو بدر میں قتل کئے گئے تھے خطاب فرمایا کہ **ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا** (یعنی کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو حق پایا) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان (مردوں) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب نہیں دیتے۔ قرآن عظیم میں ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں انھیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کے عطا کردہ فضل سے خوش ہیں'' اور یہ بھی ثابت ہے کہ مردے اپنے پسماندگان کے احوال سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ''خوشخبری دیتے ہیں ان لوگوں کو جو ابھی ان سے نہیں ملے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غم زدہ ہیں'' بالجملہ اموات کے ادراک وشعور کا انکار کرنا اگر چہ کفر نہیں ہے لیکن اس کے الحاد و بے دین ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فتوے کی رُو سے مردوں کے سماع ان کے شعور وادراک کا انکار کرنا گمراہی اور بے دینی ہے۔ ناظرین کرام! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ شاہ عبدالعزیز جیسے جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت مفتی کے اس فتوے کو آپ تسلیم کریں جس کی اساس نصوص قرآنیہ احادیث نبویہ پر قائم ہے یا مجیب صاحب کے

بے بنیاد خیال کو مانیں جو اپنے فتویٰ سے لاکھوں سنی مسلمانوں کو مشرک و کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

موصوف مجیب صاحب آگے استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:-

> آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایمان دار آدمی جب مرجاتا ہے تو فرشتے اس کی روح لے کر آسمان پر اس مقام میں لے جاتے ہیں جہاں ایمان دار مردوں کی روحیں رہتی ہیں وہ روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے **الی قولہ** اس حدیث سے **معلوم ہوا** کہ مردے کو زندہ لوگوں کے احوال سے کچھ خبر نہیں رہتی ہے اگر خبر ہوتی تو وہ (روحیں) زندہ لوگوں کا حال کیوں دریافت کرتیں۔

صریحۃ المعنی احادیث سے چشم پوشی اور اس حدیث کے انتخاب کی وجہ سوائے عوام کو گمراہ کرنے کے اور کیا ہے مگر آپ کا انتخاب آپ کے حق میں کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ اہل سنت نے کب دعویٰ کیا کہ ہر روح کو ہر زندہ کے ہر حال کی ہر وقت خبر رہتی ہے کہ اس استفسار روحی سے مذہب مہذب اہل سنت کو کچھ ضرر پہنچے، حضرات اہل سنت اہل برزخ کے لئے اطلاع وادراک دنیا واہل دنیا ثابت فرماتے ہیں اس کی تائید میں دو ایک نہیں متعدد، اجمالی نہیں تفصیلی احادیث شاہد ہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ حدیث بھی جس کو آپ نے اپنے ثبوت میں پیش کیا اس سے بھی اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔

آگے مجیب صاحب رقمطراز ہیں:-

> اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **او کالذی مر علی قریة الی قوله** یہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے، اس آیت سے **معلوم** ہوا کہ مردہ کو دنیا کے حالات سے کچھ خبر نہیں ہوتی اور اگر خبر ہوتی تو حضرت عزیر کو آفتاب و ماہتاب کا نکلنا اور رات دن کا ہونا اور پانی کا برسنا اور لوگوں کے گزرنے کا حال اور جو جو حوادث پیش آئے تھے سب کی خبر ہوتی ہے۔

ذی علم حضرات اور ذی فہم وشعور پر یہ بات واضح ہے کہ اس آیت سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں کہ مردہ کو عالم برزخ میں دنیا کے کسی حال کی خبر نہیں ہوتی البتہ صرف اس قدر ثابت ہوا کہ برزخ سے دنیا میں آنے کے بعد ادراکات سابقہ روحیہ فراموش ہو گئے اور مجیب صاحب کے نزدیک اسی کا نام ثبوت نفی ہے تو ارواح پر کچھ ماجرا عالم ارواح میں گزرا (مثلاً سوال و جواب **الست بربکم قالوا بلٰی**) اور دنیا میں آنے کے بعد اس کی یاد معدوم ہوگئی تو کیا آپ کے نزدیک یہ تمام واقعات باطل اور محض غلط ہیں۔(۱۰)

کتنا سچ اور صحیح مقولہ ہے کہ **المعصیة تجر الی المعصیة** (گناہ، گناہ کی طرف لے جاتا ہے) موصوف مجیب صاحب کو مردوں کے احوال دنیا سے واقفیت کے انکار میں یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ یہ بات کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ حضرت عزیر علی نبینا وعلیہ السلام کون تھے؟ ہاں یہ ایک جلیل القدر پیغمبر خدا ہیں اور انبیاء کرام کے لئے حیات اتم سماع وکلام اور دیگر تمام ادراکات کا علی وجہ الکمال باقی رہنا باتفاق امت ثابت ہے۔

بالجملہ ارواح کے لئے تو ادراک کا ہونا عقلاً ہر طرح سے ثابت ہے مگر فی الواقع آپ کی بے خبری انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں کی بھی آپ کو خبر نہیں۔ قطع نظر تصریحات و تحقیقات حضرات اہل سنت و جماعت کے وہابیہ اسحاقیہ کو بھی اس سے صاف وصریح انکار کی گنجائش نہ ملی اقرار ہی کرتے بنی **کمالا یخفٰی من تعمق فی کتبهم۔**

۱۰۔ واذاخذ ربك من بنی اٰدم من ظهورهم ذریتهم واشهد هم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلٰی شهدنا۔ الاعراف: ۱۷۲

ترجمہ: جب آپ کے رب نے بنی آدم (علیہ السلام) کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور ان کو ان ہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں (یعنی یقیناً تو ہمارا رب ہے) ہم شہادت دیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا جس کی وجہ سے آپ کی ہونے والی ساری اولاد ظاہر ہوگی اور ان سے یہ سوال کیا گیا اور انھوں نے **بلٰی** سے اس کا جواب دیا اس حدیث سے اور اس کے علاوہ متعدد احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ سوال وجواب حقیقت میں ہوا تھا۔

ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ ازہری، ج:۲/ص:۱۱۰، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔

مجیب صاحب کا بے لگام قلم رقم طراز ہے:-

آدمی جب زندہ رہتا ہے اور سو جاتا ہے تو اس کو کچھ خبر نہیں رہتی بالکل بے خبر ہو جاتا ہے تو جب مر گیا اور زمین کے نیچے گاڑ دیا گیا تو بھلا اب کیسے اس کو خبر ہو سکتی ہے۔

غضب کی ناسمجھی ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اس خوش فہمی کو تو دیکھئے کہ احوال برزخیہ کا دنیاوی حالات پر قیاس کیا جاتا ہے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس قیاس کی بنا پر ادراک اور سماع ارواح اموات کا انکار ضرور شعبۂ الحاد ہے کہ اسی نے بہت سے لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر ضلالت و گمراہی کی وادی میں پہنچا دیا اور ان کے ایمان کے خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ مجیب صاحب کے قلم نے درج بالا عبارت میں زبردست ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ انھوں نے آخرت کے امور کو دنیاوی امور پر قیاس کیا جو قیاس مع الفارق ہے انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ روح کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں، وہ ہر جگہ جا سکتی ہے اور جملہ ادراکات کا منبع روح ہے اور بدن ظہور مدرکات کا آلہ محض ہے۔ روح کا تعلق بدن سے قائم رہتا ہے جیسا کہ علماء اہل سنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اسی تعلق کے ذریعہ روح بعض دنیوی امور سے باخبر رہتی ہے۔

بدن سے روح کے پانچ تعلق –

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:-

اعلم ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاحكام الاول تعلقها به فى بطن الام جنينا الثانى تعلقها به بعد خروجه الى وجه الارض والثالث تعلقها به فى حال النوم فلها به تعلق من وجه و مفارقة من وجه والرابع تعلقها به فى البرزخ فانها وان فارقته و تجردت عنه وانها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها اليه

التفات البتة فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلم عليه ووردانه يسمع خفق نعالهم حين يتولون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا يوجب حيلة البدن قبل يوم القيامة الخامس تعلقها به يوم بعث الاجساد وهو اكمل انواع تعلقها به اذلا يقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا شيئا من الفساد وليس السوال فى البرزخ للروح وحدها كما قال ابن حزم وغيره وافسد منه قول من قال انه البدن بلا روح الاحاديث الصحيحة ترد القولين والحاصل ان احكام الدنيا على الابدان والارواح تبع لها واحكام البرزخ على الارواح والابدان تبع لها واحكام الحشر والنشر على الارواح والاجساد جميعاً (۱۱)

روح کا بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام علیحدہ ہیں:

۱۔شکم مادر میں روح کا تعلق بدن جنین سے ہوتا ہے۔

۲۔روح کا تعلق بدن سے شکم مادر سے روئے زمین پر نکلنے کے بعد قائم ہوتا ہے۔

۳۔حالت نیند میں روح کا تعلق بدن سے قائم ہوتا ہے۔

۴۔روح کا تعلق بدن انسانی سے عالم ارواح میں ہوتا ہے اگر چہ روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور بدن روح سے خالی ہو جاتے ہیں لیکن بدن سے روح کلی طور پر جدا نہیں ہوتی ہے کہ روح کی بدن کی جانب کچھ توجہ ہی نہ رہے اس لئے کہ روح مسلمان کے سلام کے وقت بدن کی جانب لوٹتی ہے اور وہ لوگوں کے چپلوں کی آواز سنتی ہے جب لوگ

۱۱۔ شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری، ص:۱۵۲

اس کے پاس سے واپس جاتے ہیں اور یہ روح کا لوٹنا اعادۂ خاصہ ہے اس سے بدن انسان کا قیامت سے پہلے زندہ ہونا لازم نہیں آتا۔

۵۔روح کا تعلق بدن سے مردوں کے قبر سے اٹھنے کے وقت ہوگا اور یہ سب سے اکمل قسم کا تعلق ہے کیونکہ اس تعلق کے ساتھ بدن انسانی پر نہ موت طاری ہوگی نہ نیند آئے گی اور فساد کی کوئی قسم اس پر جاری نہیں ہوگی۔ عالم برزخ (قبر) میں صرف روح سے سوال نہیں ہوگا (بلکہ بدن اور روح دونوں سے ہوگا) جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے کہا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفسد قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ بدن بغیر روح کے ہونگے، احادیث صحیحہ ان دونوں قولوں کی تردید کرتی ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کے احکام بدن پر جاری ہوتے ہیں اور روح ان کے تابع ہوتی ہے اور برزخ کے احکام ارواح پر نافذ ہوتے ہیں اور بدن ان کے تابع ہوتے ہیں اور حشر ونشر کے احکام روح اور بدن دونوں پر جاری ہوتے ہیں۔

اگر مجیب صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو ان اکابر علماء اہل سنت کی تحقیقات قابل قبول نہ ہوں تو اپنے پیشوا ابن قیم کی سنئے شرح الصدور میں ہے:-

قال ابن قیم الاحادیث والاٰثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور و سمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی الشهداء وغیرهم وانه لا توقیت فی ذلك۔(۱۲)

۱۲۔ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور، باب: **زیارة القبور و علم الموتی بزوّارهم**، ص۸۹، المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۰۹ھ
ابن قیم اپنی تالیف کتاب الروح میں رقم طراز ہیں: **السلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاٰثار عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحی له ویستبشربه۔** کتاب الروح: ابن قیم **المسئله الاولی فی معرفة الاموات بزیارة الاحیاء وسلامهم.** ص:۵، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۱۸ھ۔
ترجمہ: امت کے سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے نیز ان سے آثار تواتر کے ساتھ مروی ہیں کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی ہے اور اس سے خوش ہوتی ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ احادیث وآثار اس پر دال ہیں کہ زائر جب بھی آتا ہے تو مزور (جس کی زیارت کی جائے، مراد مردے ہیں) کو اس کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کے سلام کو سن کر جواب دیتا ہے نیز زائر سے مانوس ہوتا ہے اور یہ چیز شہداء اور غیر شہداء سب کے لئے عام ہے اور اس میں کوئی وقت کی قید نہیں۔

نیز ابن قیم لکھتے ہیں:-

ولا منا فاة بین کون الروح فی علیین اوالجنة اوالسماء وان لها بالبدن اتصالًا بحیث تدرک وتسمع وتصلی و تقرء وانما یستغرب هذالکون الشاهد الدنیوی لیس فیه ماشانه هذا وامور البرزخ والاٰخرة علی نمط غیر المالوف فی الدنیا۔

اس میں کوئی منافات اور تضاد نہیں کہ روح علیین یا جنت یا آسمان پر ہو اور اس کا بدن سے ایسا اتصال ہو کہ وہ ادراک کرے اور سلام وکلام کو سنے نماز وغیرہ پڑھے کیونکہ یہ چیزیں اس عالم دنیا میں عجیب و غریب ہیں جس کی یہ شان نہیں ہے لیکن برزخ اور آخرت کے امور اُمورِ دنیا کے مثل نہیں ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رقم طراز ہیں:-

چوں آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست وشعور وادراک کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر وروشن تر۔

ترجمہ:- جب آدمی مرتا ہے تو روح میں بالکل تغیر نہیں ہوتا ہے جس طرح وہ پہلے قوتوں کی حامل تھی اب بھی وہی ہوتی ہے۔ شعور وادراک جو وہ رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے بلکہ اب اس کا شعور وادراک پہلے سے

زیادہ صاف وروشن ہوتا ہے۔

تحفۂ اثناعشریہ میں ہے:-

> حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے و بدنے کار میکند۔ (۱۳)
>
> قبر میں ارواح کا حال فرشتوں کے حال کی طرح ہے کہ بغیر کسی شکل اور بدن کے کام کرتے ہیں۔

موصوف مجیب صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کی ان عبارتوں کوغور سے پڑھیں اور بتائیں کہ ''حامل قوی بود حالا ہم ہست وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر وروشن تر اور کار میکند'' کا کیا مطلب ہے۔

علم غیب کا مسئلہ -

مجیب صاحب پھر استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:-

> اور کوئی شخص کسی مردہ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ حالات دنیا اور زندہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں دور ہوں یا نزدیک وہ سب جانتا ہے ایسے شخص کو فقہانے کافر لکھا ہے اور بلا شبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک اور کافر ہے کیونکہ علم غیب بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

ہاں بے شک اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم غیب مستقلاً و بالذات خاص حضرت حق سبحانہٗ کا خاصہ ہے۔ مردہ تو مردہ اگر کسی زندہ اور عوام بشر ہی نہیں بلکہ خواص انبیاء میں سے بھی کسی کے ساتھ کوئی یہ خیال کرے کہ وہ بغیر قدرت وتعلیم حضرت رب العزت کے کچھ جانتا ہے یا جان سکتا ہے اور اس کے لئے علم ذاتی واستقلالی ثابت کرے وہ قطعاً و یقیناً کافر ہے لیکن یہ خوب یاد رہے کہ پھر زندہ اور قریب یا بعید، ایک بات اور ہر بات کی اس میں تخصیص وتقیید نہیں ہوسکتی جیسا کہ گروہ وہابیہ کا خیال ہے۔ ہاں خوب سمجھ لیجئے کہ حق تبارک و تعالیٰ کی تعلیم واعلام سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء عظام کا دنیا میں خواہ

برزخ میں کسی امر غیبی پر مطلع ہونا اور وہ امر قریب ہو یا بعید ہرگز نامشروع نہیں ہوسکتا اور اس عقیدہ رکھنے والے کو مشرک یا کافر کہنا سراسر خلاف دین و دیانت ہے (۱۴) کیونکہ قدرت الٰہیہ کے سامنے قرب و بعد دونوں ایک مرتبہ اور ایک حیثیت کے ہیں جس کو چاہیے کرامۃً عطا فرمادے تفسیر کبیر میں حدیث پاک **کنت سمعه الذی یسمع به** (۱۵) کے متعلق امام رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:-

---

۱۴۔ مجیب صاحب نے جیسا کہ رقم کیا ہے کہ "علم غیب بجز اللہ کے کسی کو حاصل نہیں" ان کا یہ قول کس طرح درست ہوسکتا ہے جب کہ آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ بانگ دہل اعلان فرمارہی ہیں کہ علم غیب پروردگار عالم نے اپنے منتخب رسولوں کو عطا فرمایا ہے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: **عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضیٰ من رسول** (ترجمہ: خدائے برتر عالم غیب ہے وہ کسی پر اپنے غیب کا اظہار نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے منتخب کرلے)
وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء (ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کردے لیکن اللہ منتخب کرلیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے غیب پر مطلع کردیتا ہے۔)
وما هو علی الغیب بضنین: وہ (رسول) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔
ان آیات مقدسہ کے علاوہ اور بہت سی آیات قرآنیہ نیز احادیث مبارکہ سے علم غیب عطائی رسولوں کے لئے ثابت ہے ان نصوص قطعیہ سے وہی شخص روگردانی کرسکتا ہے جو تعصب شدید کی بیماری میں مبتلا ہے ورنہ اطلاع علی الغیب اور اظہار غیب کو قرآن میں ذکر کرنا عبث ہوگا اور باری تعالیٰ کا کلام لغو وعبث سے پاک ہے۔

۱۵۔ پوری حدیث مندرجہ ذیل ہے:-
ان اللّٰه تعالی قال من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده الّتی یبطش بها ورجله الّتی یمشی بها ولئن سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنّه۔

مشکوٰۃ: خطیب تبریزی، ج:۱، ص:۱۹۷، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیه ۱۳۷۵ھ

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ جب میرا بندہ میری محبوب چیز جو میں نے اس پر فرض کی ہے اس کے ذریعہ قرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں وہ ان سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں وہ اس سے دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں وہ اس سے پکڑتا ہے میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

اذا صار الحق سمعاله سمع القريب والبعید۔

ترجمہ:- جب حق تبارک وتعالیٰ اس کے کان بن جاتا ہے تو وہ قریب وبعید چیزوں کو سن لیتا ہے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:-

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را میباشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس می شود زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانے مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آن در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید۔

ترجمہ:- ارواح کا ایک تعلق قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے زائرین اعزاء واقرباء اور دیگر دوستوں واحباب کی حاضری پر مطلع و آگاہ ہوتی ہیں اور ان سے انس حاصل کرتی ہیں اس لئے کہ روح کے لئے قرب اور بعد مکانی اس علم و دریافت کے مانع نہیں اور اس کی مثال موجودات میں انسان کے آنکھوں کی روح ہے کہ ساتوں آسمان کے ستارے کو کنوئیں میں دیکھ سکتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ موت کے بعد آدمی پر تین حالتیں گزرتی ہیں پہلی حالت کے متعلق لکھتے ہیں:-

''اول حالتے کہ بہ مجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شدہ کہ فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است وآں وقت گویا برزخ است۔(۱۶)

ترجمہ:- پہلی حالت یہ ہے کہ صرف روح بدن سے جدا ہوتی ہے کہ فی الجملہ سابقہ حیات کا اثر اور تعلق بدن کی الفت اور دوسرے اپنے ہم

۱۶۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، پارہ عم، ص:۱۳۸ مطبع مجتبائی دہلی

جنس شناساؤں سے تعلق باقی رہتا ہے اور یہ وقت گویا برزخ ہے۔
مجیب صاحب انبیاء کرام سے علم غیب کی نفی کے لئے آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:-

وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو۔(۱۷)

اسی کے پاس علم غیب کی چابیاں ہیں جن کو فقط وہی جانتا ہے۔

اس آیت و نیز دیگر آیات کا جو مطلب شریف ہے وہی تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے اور جو معنی تم تراشتے ہو وہ تمہاری نادانی و گمراہی کا نتیجہ ہے انبیاء کرام و اولیاء عظام کو بتعلیم الٰہیہ غیوب پر علم و اطلاع حاصل ہے آیت مذکورہ اس کی نفی نہیں کر رہی ہے مگر صد افسوس بعض لوگ **تؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض** (۱۸) پر عامل ہیں۔اگر قرآن عظیم کو ایمانی نگاہ سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اطلاع غیوب نص قرآنی سے ثابت ہے اور تعصب کی نگاہ سے ہر چیز کفر و شرک دکھائی دے گی۔

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا فرمان ذیشان ہے:-

ماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء۔(۱۹)

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

آیت بالا میں واضح طور پر اس بات سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے برگزیدہ

۱۷۔ الانعام: آیت ۵۹۔

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے کہ **افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض** (کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کتاب کا انکار کرتے ہو۔)

پروردگار عالم نے آیت مذکورہ میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی صفت بیان کی ہے کہ وہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے یعنی جو حکم ان کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا اس کو مان لیتے تھے اور جو حکم اس کے برخلاف ہوتا تھا اس میں تحریف کر دیتے تھے یہی حال عصر حاضر میں بعض فرقوں کا ہے کہ وہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے صرف نظر کر لیتے ہیں جو ان کے فاسد اعتقاد کی تردید کرتی ہیں۔

۱۹۔ آل عمران: آیت ۱۷۹

رسولوں کو علم غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد گرامی ہے:

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول(۲۰)

وہ عالم الغیب اپنے غیب پر کسی کو سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے مطلع نہیں کرتا۔

اس نص قرآنی سے بھی انبیاء مرسلین کے لئے علم غیب کا ثبوت ہوتا ہے۔

ایک دیگر مقام پر ارشاد فرمایا:-

وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰه علیك عظیما۔(۲۱)

ترجمہ: (اے حبیب) تمہیں ہر اس چیز کا علم سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری شیخ امام ابو عبداللہ کی ''معتقد'' سے نقل کرتے ہیں:-

ونعتقد ان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب ویطوی له الارض و یمشی علی الماء و یغیب عن الابصار۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ بندہ احوال میں منتقل ہوتا ہے حتی کہ صفت

۲۰۔ **الجنّ**: آیت ۲۷

۲۱۔ **النساء**: آیت ۱۱۳، امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **انزل اللّٰه علیك الکتاب والحکمة واطلعك علی اسرارهما واوفقك علی حقائقهما۔** مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام فخر الدین رازی ج:۲/ص:۳۵۳ مطبع امیریہ مصر۔

ترجمہ: اللہ نے تم پر کتاب حکمت نازل فرمائی اور اس کے اسرار و رموز پر آپ کو مطلع فرمایا اور ان کے حقائق سے آپ کو واقف کرایا۔

صاحب تفسیر مدارک اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **من امور الدین والشرائع اومن خفیات الامور وضمائر القلوب** تفسیر نسفی۔ عبداللہ بن احمد محمود نسفی، ج:۱/ص:۲۴۸، تحت آیت ۱۱۳ سورۂ نساء ترجمہ: حضور کو امور دین و شرائع کا علم دیا گیا مخفی امور اور دل کے بھیدوں سے واقف کرایا۔

روحانیت کی طرف پہنچتا ہے تو غیب کو جان لیتا ہے زمین کی مسافت اسکے واسطے طے ہوجاتی ہے وہ پانی پر چلتا ہے اور نظروں سے غائب ہوجاتا ہے۔

مجیب صاحب رقم طراز ہیں:-

قال فی البزازیة من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

بزازیہ میں ہے کہ جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

اس عبارت سے مجیب صاحب جو مطلب نکالنا چاہتے ہیں وہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس روایت سے کیا یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ زائرین کے سلام و کلام پر ارواح کو اطلاع نہیں ہوتی۔ یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کفر اسی صورت میں ہوگا جب بالذات اور بالاستقلال حضور ارواح کا اعتقاد رکھا جائے باقی رہا ارواح طیبہ کا متفرق مقامات پر حاضر ہونا سیر کرنا کتب دین سے بخوبی ثابت ہوتا ہے اس کو کون ذی ہوش شخص کفر ٹھہرا سکتا ہے۔ احادیث میں وارد ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹو میں جنت کی سیر کرتی ہیں۔ معراج کی رات حضور علیہ السلام نے انبیاء کرام سے ملاقات کی اور یہ ملاقات پہلی مرتبہ بیت المقدس میں ہوئی جہاں حضور نے امامت فرمائی پھر دوسری مرتبہ آسمانوں پر ہوئی، حضور کی یہ ملاقات دو حال سے خالی نہیں یا تو انبیاء کرام روح اور جسم دونوں کے ساتھ بیت المقدس اور آسمانوں پر حاضر ہوں گے یا صرف روح کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں ہمارا مدعی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ متفرق مقامات پر جا سکتی ہیں لیکن یہ قوت اللہ کی عطا کردہ ہے۔ کفر اسی صورت میں ہوگا جب یہ مانا جائے کہ ارواح کو مستقل بالذات سیر کرنے کی قوت ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نہیں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت کے ہر فرد کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ ساری کائنات میں جس کو جو ملا اور جو زمانہ مستقبل

میں ملے گا وہ سب اللہ کا عطیہ ہے اللہ کے حکم کے بغیر کوئی پتہ حرکت نہیں کرسکتا۔
مجیب صاحب اس استفتاء کے جواب میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:-

وذكر فيه ايضا ان من تزوج بشهادة الله ورسوله يكفر لانه ظن ان الرسل يعلم الغيب۔

ترجمہ:- اور اسی میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کو شاہد بنا کر نکاح کیا وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے یہ گمان کیا کہ رسول غیب جانتے ہیں۔

مجیب صاحب کا یہ قول ان کی عجلت پسندی اور غیر تحقیقی مزاج پر دال ہے اگر ذرا سی تحقیق و تفتیش سے کام لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ عبارت مذکورہ کا وہ مطلب نہیں ہے جو موصوف سمجھے ہیں بلکہ حاشیہ شامی میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اگر باعتقاد تعلیم الٰہی کے ایسا کہا تو ہرگز کفر نہیں ہوسکتا یعنی اگر یہ اعتقاد رکھے کہ رسول علم غیب خدائے برتر کے بتانے اور مطلع کرنے سے جانتے ہیں اور اس اعتقاد کے ساتھ اس نے اللہ اور رسول کی شہادت کے ساتھ نکاح کیا تو ہرگز کفر نہیں۔

سماع موتیٰ اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ-

مجیب صاحب پھر استمداد بالقبور کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

جب کوئی شخص قبر کے پاس ملتجی ہوتا ہے اور کسی دینی یا دنیوی مطلب حاصل کرنے کے لئے اہل قبر یعنی مردوں کو پکارتا ہے اور ان سے مدد چاہتا ہے تو مردے اس کی التجا اور پکار نہیں سنتے اور کسی طرح اس کی مدد نہیں کرسکتے اور کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جیسے پتھر یا کسی درخت سے کسی بات کی التجا کرنا اور مدد مانگنا لغو اور بے سود ہے اسی طرح کسی مردے سے کسی امر کی التجا کرنا اور مدد مانگنا مہمل اور بیکار ہے مردوں کا نفع اور

مدد پہنچانا کسی کے لئے دو امر پر موقوف ہے ایک یہ کہ جو کچھ ان سے کہا
جائے اس کو سنیں۔

مجیب صاحب کی مذکورہ بات اپنے ذہن کی اختراع ہے۔ حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ وارشادات صحابۂ کرام کی روشنی میں حضرات اہل سنت کا عقیدہ بہت واضح ہے۔ مجیب صاحب نے اس عبارت میں واضح طور پر مردوں کے سننے کا انکار کر دیا جس کا بطلان گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے مزید تقویت کے لئے علماء اہل سنت کی کتابوں سے کچھ حوالے نقل کرتے ہیں۔

جامع البرکات میں ہے:-

تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را۔

تمام اہل سنت و جماعت جملہ مردوں کے لئے ادراکات جیسے علم وسماع وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

جذب القلوب میں ہے:-

بدانکہ تمام اہل سنت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را از احاد بشر۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ تمام مردوں کو ادراک وشعور ہوتا ہے جیسے علم، سماع وغیرہ۔

شرح برزخ میں ہے:-

امـا الادراكـات كـالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لسائر الموتى و عليه اهل السنة۔

ادراکات جیسے علم وسماع تو یقیناً یہ تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

شرح مثنوی شریف میں علامہ بحر العلوم لکھنوی لکھتے ہیں:-

اعتقاد بر سماع وادراک موتی فرض است۔

مردوں کے سننے اور ادراک کرنے پر اعتقاد رکھنا فرض ہے۔

مواہب میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:-

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ثابت لسائر الموتٰی فکیف بلانبیاء

علم وسماع وغیرہ ادراکات تمام موتی کے لئے ثابت ہیں تو کس طرح انبیاء کے لئے ثابت نہیں ہونگے۔

اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی ودیگر کتب احادیث میں تو وہ احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے نہایت واضح طور پر علم وسماع موتی کا ثبوت کالشّمس فی نصف النہار ہویدا ہے مگر جس کی اسلامی آنکھ پر تو ہب ونیچریت کی پٹیاں چڑھی ہوں اس کا کیا علاج۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر دن کی روشنی میں چمگادڑ نہ دیکھ سکے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے)

اگرچہ اس سے قبل بھی احادیث وتحقیقات علماء اہل سنت سے علم وسماع موتی کا ثبوت واضح ہو چکا اور آئندہ اور بھی ثبوت دیا جائے گا مگر اس مقام پر اس قدر لکھ دینا تاہم ضرور ہے کہ اگر زیادہ استعداد نصیب اعداء ہے تو مظاہر حق ترجمۂ مشکوٰۃ شریف جو آپ کے مولوی قطب الدین خاں صاحب کی طرف منسوب ہے اسی کو مطالعہ فرمالیجئے لکھتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے۔(۲۳)

۲۳۔ مظاہر حق: مولوی قطب الدین، ج: دوم/ص: ۸۳، کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور۔

بعد وفات مدد طلب کرنا -

مجیب صاحب آگے لکھتے ہیں:-

دوسرے یہ کہ نفع پہنچانے اور مدد کرنے کی طاقت رکھیں مگر مردوں میں دو امر میں سے کوئی نہیں پایا جاتا ہے یعنی وہ نہ کچھ سنتے اور نہ نفع پہنچاتے اور نہ مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

مجیب صاحب نے جو کچھ لکھا وہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور مذہب اہل سنت کے خلاف ہے ہمارے نزدیک مردے سنتے ہیں جس کے دلائل ہم نے ماسبق میں بیان کئے اور انبیاء کرام واولیاء عظام نفع ونقصان پہنچانے کی باذن اللہ طاقت وقوت رکھتے ہیں۔

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:-

قال حجة الاسلام محمد الغزالی کل من یستمد به فی حیاته یستمد به بعد وفاته۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں ہر وہ جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کرنا صحیح ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی آگے لکھتے ہیں:-

قال سیدی احمد بن ذروق شارح کتاب الحکم وھو من اعاظم الفقهاء وعلماء الصوفیة من دیار المغرب قال الشیخ ابوالعباس الحضر می یوما هل امداد الحی اقویٰ ام امداد المیت قلت انهم یقولون امداد الحی اقوی و انا اقول امداد المیت اقوی۔

سیدی احمد بن ذروق ''شارح کتاب الحکم'' ایک عظیم فقیہ دیار مغرب کے ایک صوفی عالم ہیں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس حضرمی نے کہا کیا زندہ شخص کا مدد کرنا زیادہ قوی ہے یا مردہ شخص کا؟ میں نے کہا لوگ

کہتے ہیں کہ زندہ کی امداد زیادہ قوت رکھتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ طاقت والی ہے۔

نیز اسی میں فرماتے ہیں:-

وانما اطلنا الکلام فی هذا المقام رغما لانف المنکرین فانه قد حدث فی زماننا شر ذمة ینکرون الاستمداد من الاولیاء الذین نقلوا من هذه الدار الفانیة الی الدارالباقیة الذین هم احیاء عند ربهم ولکنهم لا یشعرون و یسمعون المتوجهین الیهم مشرکین باللّٰه کعبدة الاصنام ویقولون مایقولون وما لهم علی ذلك من علم ان هم الایخرصون۔

ہم نے اس مقام کو منکرین کا رد کرنے کے لئے طول دیا کیونکہ ہمارے زمانے میں ایک چھوٹی سی جماعت ایسی پیدا ہوگئی ہے جو ان اولیاء اللہ سے استمداد کا انکار کرتی ہے جو اس دار فانی سے دار باقی کی جانب منتقل ہوگئے یہ حضرات اپنے رب کے پاس زندہ ہیں لیکن منکرین کو اس کا شعور نہیں (منکرین استمداد اولیاء) ان لوگوں کو جو ان کی جانب متوجہ ہوتے ہیں بتوں کی عبادت کرنے والوں کی طرح مشرک سمجھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کہتے ہیں حالانکہ اس پر ان کے پاس سوائے اٹکل پچو کے کوئی علم نہیں ہے۔

صاحب سیرۃ شامی ''عقود الجمان'' میں فرماتے ہیں:-

لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفة رضی الله عنه و یتوسلون الی الله تعالٰی فی قضاء حوائجهم و یرون نجح ذلك۔

علماء کرام اور ضرورت مند ہمیشہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور بارگاہ پروردگار میں اپنی قضاءِ حاجت کے لئے ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

کشف الغطاء میں ہے:-

انکار استمد ادوجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق بہ بدن را بالکلیہ وآں خلاف منصوص است و برایں تقدیر زیارت ورفتن بقبور ہمہ لغو و بے معنی گردد و ایں امر دیگر است کہ تمامۂ اخبار وآثار دال برخلاف آنست۔

استمداد و استعانت کے انکار کی کوئی صحیح وجہ دکھائی نہیں دیتی سوائے اس کے کہ پہلے روح کے بدن سے تعلق کا اصلاً انکار کیا جائے (یعنی روح کا بدن سے کوئی تعلق نہیں رہتا) اور یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو قبور کی زیارت وغیرہ بالکل لغو اور بے معنی ہو جائیں گے اور تمام احادیث وآثار اس کے برخلاف دلالت کرتے ہیں۔

علامہ نابلسی رحمتہ اللہ علیہ حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں:-

فالمعجزة على هذا لايشترط لها حياة الرسول بل تكون بعد موته ايضا وكذالك الكرامة تكون بعد موت الولى ايضا۔(۲۴)

اس بنا پر معجزہ کے لئے رسول کی ظاہری حیات شرط نہیں ہے بلکہ وہ ان کے وصال کے بعد بھی ہوگا اسی طرح کرامت ولی کے وصال کے بعد

۲۴۔ **الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية** : سید عبدالغنی النابلسی دمشقی، ج:۱ص:۱۹۹، باب کرامات الاولیاء الاحیاء والاموات

بھی ہوگی۔

مدخل ابن حاج میں ہے:-

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارة قبور الصالحین محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان برکة الصالحین جاریة بعد مماتهم کما کانت فی حیاتهم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بهم معمول به عند علماء المحققین من ائمة الدین۔

اہل عقل وفہم کے نزدیک یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ قبور صالحین کی زیارت برکت کی غرض سے محبوب ہے کیونکہ صالحین کی برکت ان کی وفات کے بعد بھی جاری وساری ہے جیسا کہ ان کی حیات میں تھی اور ان کی قبروں کے پاس دعا کرنا اوران کو شفیع بنانا علمائے محققین ائمہ دین کے نزدیک معمول بہ ہے۔

شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:-

ولهذا ینتفع بزیارة القبور والاستعانة من نفوس الاخیار۔(۲۵)

چنانچہ نیک حضرات کے قبور کی زیارت اورنفوس قدسیہ سے استعانت کرنے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

یوں تو اکابر محققین اہل سنت کے اقوال بے شمار ہیں مگر آپ سے یہ امید کب ہوسکتی ہے کہ آپ ان تمام تحقیقات کو شرک وکفر اوران اکابر کو مشرک وکافر نہ ٹھہرائیں، لہٰذا ان حضرات کے اقوال کی طرف متوجہ ہوئیے جن کی شان میں آپ کی زبان سے ایسے کلمات کا

۲۵۔ شرح مقاصد: علامہ سعدالدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی
(مزید وضاحت کے لئے حاشیہ نمبر۹ دیکھئے۔)

استعمال شاید مشکل ہو۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:-

> اویساں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔(۲۶)
>
> اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات و مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں۔

ناظرین وقارئین!

اب ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کیجئے اور بتایئے ان کے قائل موحد تھے یا مشرک؟

> ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔

حضرات ان جملوں کو بار بار پڑھئے اور خود فیصلہ کیجئے ان جملوں کے قائل کا کیا حکم ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:-

> اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند۔
>
> اولیاء اللہ دوستوں اور معتقدین کو دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اب کوئی مجیب صاحب سے دریافت کرے کہ دنیا و آخرت کی مددگاری اور دشمنوں کا ہلاک کرنا کتنے ہزار من کا شرک ہے۔ مجیب صاحب کے فتویٰ کی رُو سے تمام اکابر اہل سنت و مشاہیر کرام مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں یہاں تک کہ خود ان کے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی بھی ان کے فتویٰ کی زد میں آ کر مشرک ہو جاتے ہیں۔

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

اب ہم کچھ عبارتیں نمونے کے طور پر شاہ اسماعیل دہلوی کی پیش کرتے ہیں تاکہ حجت مکمل

۲۶۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، پارہ عم، سورہ انشقت ص:۱۳۹، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

ہو جائے اور مجیب صاحب کے علم میں بھی اضافہ ہو جائے کہ جن افعال کو وہ شرک و کفر ٹھہرا رہے ہیں وہ خود ان کے بزرگوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ فرقہ وہابیہ کا یہ المیہ ہے کہ ہمیشہ تضاد و تناقض کا شکار رہا ہے جس چیز کو شرک لکھتے ہیں وہی چیز کو دوسری کتابوں میں عین ایمان گردانتے ہیں لیجئے اس تضاد کو آپ خود ملاحظہ فرمایئے۔

صاحب اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں حضرت علی مشکل کشاء کرم اللہ وجہہ کی نسبت لکھتے ہیں:-

در سلطنت سلاطین و امارت امر ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحانِ عالم ملکوت مخفی نیست

سلاطین و بادشاہوں کی حکومت و سلطنت میں ان اہل اللہ حضرات کی ہمت کو دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

شاہ اسماعیل دہلوی اپنے پیر کی شان میں رقم طراز ہیں:-

روزے حضرت ایشاں بسوے مرقد منور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پرفتوح ایشاں ملاقات متحقق می شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہے بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شدہ۔(۲۷)

ایک روز حضرت مرشدی خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کی قبر شریف کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کی

۲۷۔ فارسی ''صراط مستقیم'' کتاب دستیاب نہ ہوسکی مگر صراط مستقیم مترجم سے ہم بعینہٖ اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں کہ: ''ایک دن خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہوکر بیٹھ گئے اس اثناء میں ان کی روح پُرفتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئیں اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اس توجہ کے سبب سے ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہوگیا''۔(صراط مستقیم مترجم اردو، مؤلفہ: شاہ محمد اسمٰعیل، ص:۱۹۱، کتب خانہ رحیمیہ دیو بند۔

مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اسی اثناء میں حضرت کی ملاقات
(خواجہ بختیار کا کی کی) روح مقدس سے ہوئی اور حضرت بختیار کا کی
نے آپ کی طرف قوی توجہ فرمائی اسی توجہ کے سبب نسبت چشتیہ کا
حصول متحقق ہوگیا۔

یہ تو معاملہ مراقبہ قبر کا تھا اب قبر کی کیفیت بھی سن لیجئے، اسی صراط مستقیم میں شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:-

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب خواجہ بہاؤ الدین
نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردید تا قریب یکماہ فی الجملہ تنازع در
مابین روحین مقدسین ماندہ کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب
حضرت ایشاں بتمامہ بجانب خود میفرمود و بعد انقراض زمان تنازع و
وقوع مصلحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں
جلوہ گر شدند و تا قریب یکپاس ہر دو امام بر نفس نفیس ایشاں توجہ قوی و
تاثیر زور آوری فرمودند تا آنکہ در ہمان یکپاس نسبت ہر دو طریقہ نصیبۂ
ایشاں گردد۔(۲۸)

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں
حضرت مرشد گرامی کے حال کی طرف متوجہ ہوئیں یہاں تک کہ تقریباً

۲۸۔ صراط مستقیم مترجم میں اس کا ترجمہ بعینہٖ درج ذیل ہے:-
''جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی''۔
(صراط مستقیم مترجم: ص:۱۹۱، کتب خانہ رحیمیہ دیو بند۔)

ایک ماہ تک ان دونوں روحوں کے درمیان تنازع رہا کہ ان دونوں اماموں میں سے ہر ایک کا تقاضا جذب یہ چاہتا تھا کہ مکمل طور پر حضرت کو اپنی جانب متوجہ کرے تنازع کا زمانہ ختم ہونے، شرکت پر صلح ہونے کے بعد دونوں روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر تک وہ دونوں امام بنفس نفیس آپ پر قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے لہٰذا اسی پہر آپ کو دونوں طریقوں کی نسبت حاصل ہوگئی۔

مجیب صاحب شاہ اسماعیل دہلوی کی ان عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور اپنے اکابر کی تضاد بیانی کو ملاحظہ فرمائیں کہ جو باتیں تقویۃ الایمان میں شاہ اسماعیل صاحب نے شرک اعظم لکھی ہیں وہی باتیں اپنے بزرگوں کی شان میں صراط مستقیم میں عین ایمان ہوگئیں۔

اب اپنے ایک دوسرے پیشوا مولوی قطب الدین خاں صاحب کا ترجمۂ مشکوٰۃ ''مظاہر حق''، دیکھئے لکھتے ہیں:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لئے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبر کی ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں۔(۲۹)

دیکھئے مولوی قطب الدین خاں صاحب آپ کے اپنے پیشوا و مقتدا ہیں اس کے باوجود نیک لوگوں کے لئے تصرفات و برکات ثابت کررہے ہیں۔

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو ہو کیوں کر علاج
راستہ کیوں کر ملے جب خضر بہکانے لگے

مردوں کے نہ سننے پر آیت سے دلیل اور اس کا جواب -

مجیب صاحب آگے لکھتے ہیں:-

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: **وما یستوی الاحیاء والاموات ان اللّٰہ**

۲۹۔ مظاہر حق: مولوی قطب الدین خاں، کتاب الجنائز - باب زیارۃ القبور، ج:۲/ص:۸۱

یسمع من یشاء و اما انت بمسمع من فی القبور الی قوله۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردے کچھ نہیں سنتے اگر سنتے تو ضرور آنحضرت ﷺ ان کو سنا سکتے حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے، مردوں کے نہ سننے پر یہ آیت بہت صاف اور واضح دلیل ہے۔

مجیب صاحب نے جس آیت کریمہ سے عدم سماع ارواح پر استدلال کیا ہے اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے یعنی یہ آیت کریمہ سماع ارواح پر دلیل ہے، جس مدعا پر یہ آیت کریمہ بکمال وضوح دال ہے وہ کسی حق پوش کی ناحق کوشی سے مخفی ومحجب رہ سکے یہ محض حماقت اور نری خام خیالی ہے آیت مقدسہ کی تفسیر میں محققین کی تصریحات وتوضیحات شاہد ہیں کہ منطوق آیت آپ کے خیالات باطلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا، آیت کریمہ سے جوامر اجلی ومفہوم اطہر ثابت ہوا وہی اہل سنت کا صاف اور سچا عقیدہ ہے اگر آیت سے سماع ارواح من فی القبور کی نفی پائی جاتی تو آپ کو ضرور لب کشائی کا موقع حاصل تھا حالانکہ آیت کریمہ میں اسماع کی نفی ہے یعنی تم اپنا کام کرو، تبلیغ کئے جاؤ قلوب ہمارے اختیار میں ہیں من فی القبور کو تم نہیں ان کا سنانا ہمارا کام ہے۔ کہ اسی طرز پر دیگر مقامات پر بھی خطاب وکلام فرمایا گیا ہے ملاحظہ ہو آیت کریمہ

انک لا تھدی من احببت ولـکـن اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم(۳۰)۔

۳۰۔ القصص: آیت ۵۶

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی آیت مذکور کا شان نزول بیان کرتے ہیں کہ:

قـال الـزجـاج: اجـمع المفسرون علی انھا نزلت فی ابی طالب و ذلک انہ قال عند موتہ یا معشر بـنی ھاشم صدقوا محمدا تفلحوا فقال علیہ السلام یا عم تامرھم بالنصیحۃ لا نفسھم وتدعھا لـنـفسک قال فما ترید یا ابن اخی قال ارید منک ان تقول لاالہ الا اللّٰہ اشھد لک بھا عنداللّٰہ قال یا ابن أخی أنا قد علمت أنک صادق ولکنی أکرہ أن یقال جزع عند الموت۔

(تفسیر نسفی: ج۳، ص: ۲۴۰، مطبع اصح المطابع بمبئی)

بقیہ اگلے صفحہ پر......

جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی جانب ہدایت دیتا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوا:- **انّ اللّٰہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور۔** (۳۱) لہٰذا اس آیت مقدسہ سے سماع موتیٰ کی نفی نہیں ہو رہی ہے بلکہ

پچھلے صفحہ کا بقیہ:-

ترجمہ: مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی اور وہ اسلئے کہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا اے بنی ہاشم کے گروہ تم محمد (ﷺ) کی تصدیق کرو کامیاب ہو جاؤ گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے چچا تم ان لوگوں کو خیر کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفس کو چھوڑ دیتے ہو تو ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجہ تم کیا چاہتے ہو؟ حضور نے ارشاد فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ **لآ إلٰـہ إلا اللّٰـہ** پڑھ لو تو میں اللہ کے پاس آپ کے واسطے اس کلمہ کی شہادت دوں گا ابوطالب نے کہا اے بھتیجہ میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میرے متعلق کہا جائے کہ وہ موت کے وقت گھبرا گیا۔

اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے چچا ابوطالب کے ایمان کو چاہتے تھے مگر وہ ایمان نہ لائے کیونکہ اللہ کی مشیت نہیں تھی کہ وہ ایمان لائیں اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہدایت حقیقی دینا حضور علیہ السلام کا کام نہیں ہے وہ پروردگار عالم کی شان ہے کہ جس کو چاہے ہدایت دے بلا شبہ اللہ نے رسول انور ﷺ کو ہادی بنا کر بھیجا ہے لیکن آپ کی ہدایت وہی شخص قبول کریگا جس کو مشیت پروردگار چاہے۔ یہی مطلب قرآن کی اس آیت مقدسہ **ان اللّٰـہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور** (یقیناً اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے تم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے) کا ہے یعنی اے لوگو! تم میں یہ طاقت وقوت نہیں کہ تم اپنا سلام وکلام اہل قبور کو سنا سکو یہ قدرت ہمارے اندر ہے کہ ہم جس کو چاہتے ہیں سناتے ہیں لہٰذا آیت میں سنانے کی نفی ہے سننے کی نفی نہیں ہے اگر مردوں کے سننے کی نفی آیت مقدسہ کر رہی ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت عمر سے کیوں ارشاد فرماتے کہ اے عمر! یہ مردے تم سے زیادہ سننے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے کیوں حکم دیا کہ اہل قبور کو سلام کرو وہ سلام کرنے والے کو جانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں جب کہ حضور کا ہر قول و عمل قرآن کی تفسیر ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو نفی وارد ہوئی ہے اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

۳۱۔ فاطر: آیت ۲۲۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:-

وقولہ تعالٰی ان اللّٰہ یسمع من یشاء ای یهدیهم الی سماع الحجة وقبولها والانقیاد لها وما انت بمسمع من فی القبور ای کمالا ینتفع الاموات بعد موتهم۔

(تفسیر ابن کثیر: علامہ ابوالفدا اءاسماعیل بن کثیر، ج:۳، ص:۵۱۴، سورۂ فاطر ۲۲۔)

ترجمہ: بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے یعنی اللہ ان لوگوں کو دلیل سنانے اس کے قبول اور پیروی کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور آپ (اے رسول) قبر والوں کو نہیں سنا سکتے یعنی یہ ایسے ہیں جیسا کہ مردے اپنی موت کے بعد کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔

اثبات ہورہا ہے کہ تمہاری طاقت وقوت نہیں کہ تم مردوں کو اپنا کلام سنادو بلکہ یہ کام ہماری قدرت میں ہے کہ ہم تمہارا کلام وسلام موتیٰ کو سنادیتے ہیں جس طرح کہ ہدایت تمہارے قبضہ وقدرت میں نہیں ہے صرف تم تبلیغ کا فریضہ ادا کئے جاؤ ہدایت کا راستہ دکھائے جاؤ لیکن ہدایت کا نور اس کے دل میں ہم پیدا کریں گے ٹھیک اسی طرح تم اپنا کلام وسلام موتی تک پہنچائے جاؤ، تمہارے سلام وکلام کو انھیں سنا دینا ہمارا کام ہے لہٰذا منطوق آیت سماع اموات پر بہت صاف اور نہایت واضح دلیل ہے۔

لیکن اگر مجیب صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ نفی اسماع سے خواہ مخواہ نفی سماع ہی مراد ہے تب بھی یہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ عدم سماع سے عدم اجابت وقبول حق مراد ہے جیسا کہ مشرک وکافر کے حق میں فرمان تعالیٰ ہے:-

صم بکم عمی فهم لا یرجعون۔(۳۲)

کہ یہ لوگ گونگے، بہرے، اندھے ہیں یہ حق کی جانب رجوع نہیں کریں گے

تو کیا مشرکین حقیقتاً اندھے بہرے اور گونگے تھے؟ نہیں بلکہ اندھا انھیں اس معنیٰ میں کہا گیا ہے کہ حق دیکھنے کے باوجود حق کو قبول نہیں کررہے ہیں اس لئے یہ اندھے ہیں حق سننے کے باوجود اس کی پیروی واتباع نہیں کررہے ہیں اس لئے یہ بہرے ہیں حق واضح ہوجانے کے بعد حق گو نہیں ہیں اس لئے یہ گونگے ہیں ٹھیک اسی طرح ارشاد فرمایا گیا کہ

انك لا تسمع الموتیٰ (۳۳)

۳۲۔ البقرۃ: آیت ۱۸

۳۳۔ النمل: آیت ۸۰۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی **انك لا تسمع الموتیٰ** کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما كانوا لا یعون ما یسمعون ولا به ینتفعون شبهوا بالموتی وهم أحیاء صحاح الحواس اس لئے کہ وہ (کفار) جو سنتے تھے اسے محفوظ نہیں کرتے اور اس سے انتفاع نہیں کرتے تو ان کو مردوں سے تشبیہ دی گئی حالانکہ وہ زندہ تھے ان کے حواس صحیح تھے۔ (تفسیر نسفی: ج۳/ص۲۲۲، اصح المطابع ممبئی) بقیہ اگلے صفحہ پر......

تم ان کفار و مشرکین کو اپنا کلام نہیں سنا سکتے۔

یعنی یہ کفار و مشرکین کو اپنا کلام اس معنی کر نہیں سنا سکتے کہ یہ آپ کی پیروی کریں کیونکہ یہ حق سن کر اس کو قبول نہیں کر سکتے ان کے کانوں پر خدا کی جانب سے مہر لگا دی گئی ہے اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں اس پر واضح دلیل قرآن مقدس میں موجود ہے کیونکہ اس آیت کے فوراً بعد ارشاد حق ہے:

ان تسمع الا من يؤمن باٰياتنا فهم مسلمون (۳۴)

جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے وہی سنتے ہیں اور وہی مسلمان ہیں یعنی
وہی حق قبول کرنے والے ہیں۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اسماع سے سماع ہی مراد ہے اور سماع بھی بمعنی قبول واجابت نہیں ہے تب بھی یہ آیت آپ کے موقف کے لئے مفید اور ہمارے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ **من فی القبور** جسد خاکی ہے اب اگر سماع جسدی کی نفی کی گئی ہے تو اس پر بحث ہی کب ہے کہ اہل سنت جو علم و سمع و دیگر ادراکات ثابت کرتے ہیں وہ روح کے لئے ہیں نہ کہ جسد خاکی و فانی کے واسطے۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ آیت سورۂ فاطر کی ہے جو مکی ہے۔ اب اگر بالفرض آپ کا خیال صحیح ہے تو حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں مقتولین مشرکین سے کیوں خطاب کیا اور انھیں اپنا کلام سنانے کی کوشش کیوں کی؟ جب کہ اس سے پہلے آیت کریمہ **انك لا تسمع الموتٰى** نازل ہو چکی ہے اس سے معلوم ہوتا

علامہ عبداللہ بن محمود نسفی نے صراحتاً فرمایا ہے کہ موتی سے حقیقی مردے مراد نہیں بلکہ موتی سے زندوں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی لہٰذا اس آیت کریمہ سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کرنا کم فہمی اور عصبیت پر دلالت کرتا ہے۔ ضیاء القرآن میں ہے: **إنك لا تسمع الموتٰى** اس آیت میں الموتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مر چکے ہیں کفر و شرک پر پیہم اصرار کے باعث ان کی عقل و فہم کے چراغ بجھ گئے ہیں اور کسی بات میں سنجیدگی اور متانت سے غور و فکر کی صلاحیت دم توڑ چکی ہے علامہ خازن الموتی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی **موت القلوب وهم الكفار** (النمل) (دل کے مردہ اور وہ کفار ہیں) علامہ بغوی فرماتے ہیں یعنی **الكفار معالم التنزيل۔ النمل** علامہ قرطبی نے فرمایا موتی القلوب (جن کے دل مردہ ہیں) دیکھئے ضیاء القرآن: علامہ پیر کرم شاہ ازہری، ج:۳/ص:۵۸۲، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔

۳۴۔ النمل: آیت ۸۱۔

ہے کہ آیت کریمہ کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نکالتے ہو ورنہ (معاذ اللہ) اللہ کے رسول ﷺ کا اس آیت کے معنی سے جاہل ہونا لازم آئے گا جو یقیناً منصب رسالت کے منافی ہے جب صحابہ نے حضور کو قلیب بدر پر مقتولین مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ایسے جسموں سے کلام کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی باتیں سن کر رب العزت کی قسم کھا کر تاکیداً ارشاد فرمایا۔

والذی نفس محمد ﷺ بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم (۳۵)

یعنی قسم اس ذات پاک کی جس کے دست قدرت میں ہماری جان

۳۵۔ صحیحین میں روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد مقتولینِ مشرکین کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان مردہ مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں بن فلاں

فانا قد وجدنا وعد ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فقال عمر یا رسول اللّٰہ ما تکلم من اجساد لاارواح لھا فقال رسول اللّٰہ ﷺ والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم۔

ترجمہ: جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا اس کو ہم نے حق پایا لیکن تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے درست پایا؟ حضرت عمر فاروق اعظم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے بات کر رہے ہیں جن میں روح موجود نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔

صحیح بخاری - ج:۲،ص:۵۶۶، کتاب المغازی باب قتل ابی جہل۔

بخاری میں روایت بالا حضرت ابوطلحہ سے مروی ہے اور مسلم شریف میں یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مردوں کے سننے کا انکار مروی ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ذکر عند عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا ان ابن عمر رفع الی النبی ﷺ ان المیت لیعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ فقالت وھل ابن عمر رحمه اللّٰہ انما قال رسول اللّٰہ ﷺ انه یعذب بخطیئه وذنبه وان اھله یبکون علیه الاٰن قالت و ذلك مثل قوله ان رسول اللّٰہ ﷺ قام علی القلیب وفیه قتلی بدر من المشرکین فقال لھم ماقال انھم یسمعون ما اقول انما قال انھم الاٰن یعلمون ان ما کنت اقول لھم حق ثم قرأت انك لا تسمع الموتٰی وما انت بمسمع من فی القبور۔

بقیہ اگلے صفحہ پر......

ہے کہ میں جو کچھ اس وقت فرماتا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔

اب نہایت اختصار کے ساتھ آیت کریمہ کے متعلق حضرات اہل سنت کی تحقیق سماعت

پچھلے صفحہ کا بقیہ:-

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے تذکرہ آیا کہ عبداللہ ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ مردہ پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا ابن عمر کو یاد نہیں رہا، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا کہ مردہ پر اس کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور گھر والے اب روتے ہیں۔ ابن عمر کا یہ قول ان کے اس قول کی طرح ہے کہ حضور علیہ السلام جب چاہ بدر پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں تھیں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں حالانکہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اب ان کو علم ہو رہا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق تھا پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت فرمائی: **إنك لا تسمع الموتٰى وما انت بمسمع من فى القبور۔** صحیح بخاری - کتاب المغازی: باب قتل ابی جہل: عن عروۃ۔

حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ میری بات سن رہے ہیں جب کہ حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ جان رہے ہیں''۔ معتبر و معتمد محدثین نے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ارشاد فرماتے ہیں:-

قد خالفها الجمهور فى ذلك وقبلو احديث ابن عمر لموافقته من رواه غيره عليه ترجمہ: جمہور علماء نے اس میں حضرت عائشہ کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت کو قبول کیا ہے کیونکہ آپکے علاوہ جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی آپ کی روایت کے موافق ہے۔

علامہ ابن کثیر نے سماع اموات اور عدم سماع اموات کے متعلق دونوں فریق کے دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:-

والصحيح عند العلماء رواية عبدالله بن عمر لمالها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة۔ ترجمہ: علماء کرام کے نزدیک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت صحیح ہے اس لئے کہ اس کی صحت پر کثیر شواہد موجود ہیں۔ من جملہ شواہد کے ایک یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو تعلیم فرمائی کہ جب وہ قبرستان سے گزریں تو انہیں اس طرح سلام کریں کہ **السلام عليكم دار قوم مومنين** (اے مومنین کے گھر تم پر سلامتی ہو) سلام ایک خطاب ہے اور خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا اور سمجھتا ہو اگر اس خطاب کو سامع اور عاقل کے لئے نہ تسلیم کریں تو یہ لازم آئے گا کہ خطاب معدوم اور جماد کو ہو اور یہ عقل کے خلاف ہے پھر علامہ ابن کثیر نے اس سماع اموات کے متعلق سلف صالحین کا موقف بیان کیا ہے کہ **السلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاٰثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحى له ويستبشر۔** سلف کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار منقول ہیں کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج:۳/ص:۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، سورۂ روم۔

فرمایئے، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:-

قولہ تعالیٰ انك لا تسمع الموتی لاینا فی قوله علیه السلام انهم یسمعون لان الاسماع هو ابلاغ الصوت من المسمع فی اٰذان السامع فان اللّٰه تعالیٰ هوالذی ابلغهم بان اسمعهم صوت النبی ﷺ بذلك۔

اللہ کا فرمان کہ ''تم مردوں کو نہیں سنا سکتے'' یہ حضور کے ارشاد کہ ''مردے سنتے ہیں'' کے منافی ومناقض نہیں ہے کیونکہ سنانے والے کی آواز کو سننے والے کے کانوں میں پہنچا دینا اسماع کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں تک (یہ آواز) پہنچاتا ہے بایں طور نبی کریم ﷺ کی آواز ان کو سنا دیتا ہے (لہٰذا آیت کریمہ میں ''سنانے'' کی نفی ہے نہ کہ ''سننے'' کی)

دوسری جگہ شاہ صاحب شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:-

وقد اجیب ایضا بان المراد بالموتٰی ومن فی القبورهم الکفار مجازا من غیر نظر الی حقیقة الکلام والمراد بعدم السماع عدم اجابتهم للحق بدلیل ان الاٰیتین نزلتا فی دعاء الکفار الی الایمان وعدم اجابتهم لذلك

یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ مردے اور من فی القبور سے حقیقت کلام سے صرف نظر کرتے ہوئے مجازاً کفار مراد ہیں اور عدم سماع سے مراد ان کفار کا حق کو قبول نہ کرنا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں آیتیں کفار کو ایمان کی دعوت اور ان کے اس دعوت کو نہ قبول کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔

شرح مشکوٰۃ میں محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

ثم اعلم انه قد ثبت من هذا سماع الموتٰی کلام الاحیاء

ولئن تنزلنا عن هذا فلا يلزم من نفی السماع نفی العلم لان السماع يكون بالحاسة الذی فی البدن وقد خربت واما العلم فيكون بالروح فبقی علمه الذی لايكون بالقوی الجسمانية فيكون علمه المسموعات والمبصرات لا علی وجه الابصار والسمع بخروج الشعاع وقرع الصوت كما اول بعض المتكلمين سمع الله تعالیٰ وبصره بالعلم بالمسموعات والمبصرات وقد وردت الاخبار والاٰثار لعلم الموتیٰ باحوال الزائرين و معرفتهم ايّاه حتی ورد الزيارة يوم الجمعة احب لانه يكون فی هذا اليوم علم الميت اتم واكمل۔

پھر جان لیجئے کہ اس سے مردوں کا زندوں کے کلام کو سننا ثابت ہو گیا اگر ہم اس موقف سے اتریں تو بھی سماع کی نفی سے علم کی نفی لازم نہیں آتی اس لئے کہ سننا اس حاسہ (یعنی کان) کے ذریعہ ہوتا ہے جو بدن میں ہے اور وہ حاسہ (مرنے کے بعد) بے کار ہو جاتا ہے اور علم روح کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس میت کا علم باقی رہے گا جو قوی جسمانیہ کے ذریعہ نہیں ہوتا تو اس میت کا مسموعات ومبصرات کو جاننا ابصار اور سماع کے طور پر نہیں ہوگا مثلاً وہ آنکھ سے شعاع نکلے یا کان سے آواز ٹکرائے بلکہ یہ اس طرح ہوگا جیسا کہ بعض متکلمین نے اللہ کے سماع و بصر کو مسموعات ومبصرات کے جاننے سے تاویل کیا ہے متعدد احادیث وآثار اس پر وارد ہیں کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے احوال سے واقف ہوتے ہیں حتیٰ کہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن زیارت قبور کرنا زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس دن میت کا علم اتم واکمل

ہوتا ہے۔

شرح الصدور میں آیت کریمہ **وما انت بمسمع من فی القبور** کے متعلق لکھا ہے:-

وھذہ الاٰیۃ کقولہ تعالی افانت تسمع الصم اوتھدی العمی ان اللّٰہ ھوالذی یھدی ویوفق ویوصل الموعظۃ الی اٰذان القلوب لا انت وجعل الکفار امواتا و صما علی جھۃ التشبیۃ بالاموات وبالصم فاللّٰہ ھوالذی یسمعہ علی الحقیقۃ

یہ آیت (**وما انت بمسمع من فی القبور**) اللہ کے اس فرمان کے مثل ہے کہ آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے یا آپ اندھے کو ہدایت نہیں دے سکتے اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور نصیحت وموعظت کو دلوں کے کانوں میں پہنچاتا ہے نہ کہ آپ، اللہ نے کفار کو بطور تشبیہ مردہ، بہرا، اندھا قرار دیا اور اللہ ہی حقیقتاً سناتا اور ہدایت دیتا ہے۔

(لہٰذا **من فی القبور** سے چلتے پھرتے مردے مراد ہیں نہ کہ حقیقی مردے جیسا کہ **افانت تسمع الصم** سے وہ مراد ہیں جو حق کو نہیں سنتے ہیں نہ کہ حقیقی بہرے)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں علامہ علی قاری لکھتے ہیں:-

المراد من الموتٰی الکفار والنفی منتصب علی نفی النفع لا علی مطلق السماع کقولہ تعالٰی صم بکم عمی فھم لایعقلون اوعلی نفی الجواب المتربت علی السمع قال البیضاوی فی قولہ تعالٰی لاتسمع الموتٰی وھم مثلھم لما سد واٍ عن الحق مشاعرھم ان اللّٰہ یسمع من یشاء ای بیدیہ فیوفقہ لفھم اٰیاتہ والاتعاظ بعظاتہ وما

انت بمسمع من فی القبور توبیخ لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات والمبالغۃ فی اقناط منھم (۳۶)

موتیٰ سے مراد کفار ہیں اور نفی تو نفی انتفاع پر محمول ہوگی نہ کہ مطلق سماع پر جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:- **صم بکم عمی فھم لا یعقلون** یہ کفار بہرے گونگے اندھے ہیں، عقل نہیں رکھتے (اس آیت میں بہرے اندھے گونگے سے مراد عدم انتفاع ہے) یا نفی اس جواب کی نفی پر محمول ہوگی جو سماع پر مرتب ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اللہ کے فرمان عالی **لاتسمع الموتیٰ** کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ (کفار) مردوں کے مثل ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے مشاعر کو حق سے روک لیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے یعنی اسی کے دست قدرت میں یہ ہے کہ وہ اپنی آیات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما انت بمسمع من فی القبور** سے کفر پر اصرار کرنے والوں کو مردوں سے تشبیہ وتمثیل دینے میں زجر وتوبیخ ہے اور ان کفار سے مایوس کرنے میں مبالغہ مقصود ہے کہ آپ جس طرح مردوں کو ہدایت دینے سے مایوس ہوا اسی طرح ان مردہ نما کفار سے مایوس ہوجایئے کہ یہ حق قبول نہیں کرتے۔

پھر لکھتے ہیں:-

فالایۃ من قبیل انک لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء (۳۷)

۳۶۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملاعلی قاری، ج۷، ص۴۷۵، کتاب الجہاد باب حکم الأسراء، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

۳۷۔ مرجع سابق

آیت کریمہ (**انك لا تسمع الموتٰی**) **انك لا تهدی من احببت** کے قبیل سے ہے یعنی آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں:۔

لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وهو اماللروح وحدها حالة کون الجسد میتا او متصلة بالبدن حالة عود الحیاة الیٰ۔ ذلك۔ (۳۸)

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو موت کے ساتھ متصف ہے وہ سماع کے ساتھ بھی متصف ہے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سماع موت کے بعد زندہ کو حاصل ہوتا ہے اب وہ سماع صرف روح کو ہوگا جسم کے مردہ ہونے کی حالت میں یا روح کے بدن سے متصل ہونے کے وقت جبکہ حیات جسم کی طرف لوٹے۔

شاہ عبدالقادر صاحب ''موضح القران'' میں آیت **وما انت بمسمع** کے متعلق لکھتے ہیں:۔

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردہ کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ کا قول اور اس کی وضاحت -

مجیب صاحب آگے اپنے قلم کی شعلہ بیانی دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

حضرت عائشہ نے مردوں کے نہ سننے پر اس آیت سے دلیل پکڑی ہے۔

۳۸۔ **شفاء السقام فی زیارة خیر الانام** : علامہ تقی الدین سبکی: الباب الثامن فی التوسل والاستعانة والتشفع بالنبی ﷺ ص: ۱۵۷، المطبعة الدائرة المعارف النظامیة حیدرآباد ۱۳۱۵ھ

مجیب صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو سماع موتی کا انکار کیا ہے اس سے مراد سماع ابدان ہے کہ مردوں کے بدن نہیں سن سکتے اس میں سماع ارواح کا انکار نہیں ہے کیونکہ موتی کے علم وسماع وادراکات کی حضرت عائشہ منکر نہیں بلکہ آپ اس کا اقرار کرتی ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ سے ایک روایت مروی ہے کہ:-

قالت قال رسول اللہ ﷺ مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا إستانس بہ حتی یقوم۔ (۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو صاحب قبر کو اس سے انس ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ وہاں سے کھڑا ہو جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاءً من عمر۔ (۴۰)

جس متبرک مکان میں آنحضرت ﷺ کی خواب گاہ اور مرقد شریف ہے اس کے اندر جانے میں مجھ کو پردہ کا خیال نہ ہوتا بلا حجاب ونقاب آتی جاتی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کوئی غیر نہ تھا جس سے میں پردہ کرتی ایک میرے باپ تھے اور ایک میرے خاوند مگر جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے قسم خدا کی اس دن سے حضرت عمر کی شرم کے مارے تمام بدن ڈھانپے بغیر کبھی حجرہ کے اندر قدم نہ رکھا۔

اگر ارواح کے لئے ادراکات باقی رہنا، دیکھنا، سننا باطل ہے تو یہ فضول شرم وحیا کیسی؟

۳۹۔ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور: حافظ سیوطی: باب زیارۃ القبور، ص:۸۰

۴۰۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند احمد بن حنبل: باب زیارۃ القبور۔ ج:ا، ص:۱۵۴، اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ارواح کے لئے ادراکات باقی رہتے ہیں خواہ سمعیہ ہوں بصریہ ہوں یا علمیہ ہوں۔

ایک دوسری صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت صدیقہ نے بھی موافق حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام کے مثل حدیث سماع کو روایت فرمایا ہے جو ان کے رجوع کی قوی دلیل ہے جیسا کہ شرح بخاری مواہب وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے پس حضرت عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کو کیونکر باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔(۴۱)

آگے مجیب صاحب رقمطراز ہیں:-

اورفرمایا اللہ تعالیٰ نے **فانك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء اذ ولوا مدبرين** (۴۲)

بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پشت پھیر کر بھاگیں۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردے کچھ نہیں سنتے ہیں۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں آیت مذکورہ کی مکمل وضاحت فرما دی کہ موتیٰ سے مراد کیا ہے۔(۴۳)

۴۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سماع اموات کو ثابت کرتی ہے اور حضرت عائشہ ابتداء میں اپنے اجتہاد کی بناء پر سماع اموات کی منکر تھیں ان سے عدم سماع اموات میں جو روایت منقول ہے اس کو جمہور محدثین نے مرجوح قرار دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت راجح قرار دے کر سماع اموات کو تسلیم کیا ہے۔

۴۲۔ النمل: آیت ۸۰۔

۴۳۔ اگر آیت کریمہ کے ترجمہ کو ہی غور سے پڑھا جائے تو ادنیٰ عقل رکھنے والے پر بھی یہ روشن ہو جائے گا کہ آیت میں موتیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مردہ ہیں جو حق کو جانتے ہوئے بھی اسے قبول کر کے اسلام کے دامنِ عافیت میں پناہ نہیں لے رہے ہیں اور اس مراد پر قرینہ **ولو امدبرين** شاہد عدل ہے کیونکہ مردے پشت پھیر کر نہیں بھاگتے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار کو سن کر وہ بدنصیب بھاگتے ہیں جن کے دلوں پر رب جبار وقہار کی مہر لگ چکی ہے جن کے کان قوت سماعت رکھتے ہوئے بھی حق کو نہیں سنتے ہیں اور حضور کی دعوت الی الاسلام کو سن کر پشت پھیر کر بھاگتے ہیں لہٰذا

بقیہ اگلے صفحہ پر......

امام سیوطی کا مسلک -

مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

تفسیر جلالین میں ہے **والموتٰی ای الکفار شبههم فی عدم السماع یبعثهم الله فی الاٰخرة ثم الیه یرجعون یردون لیجازیهم باعمالهم۔** (موتٰی یعنی کفار کو اللہ نے عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی ہے اللہ ان کو آخرت میں اٹھائے گا پھر وہ اسی کی جانب لوٹیں گے تا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے **انما یستجیب الذین یسمعون ای انما یجیب الذین یسمعون لفهم وتاویل کقوله اوالقی السمع وهو شهید وهولاء کالموتٰی الذین لایسمعون والموتٰی یبعثهم الله فیعلمهم حین لا ینفعهم ثم الیه یرجعون للجزاء۔**

ان آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے نہیں۔

ان آیات سے جو امر ثابت ہے وہ ہمارے لئے مضر نہیں اور جو تمہارا خیالِ باطل ہے اس کا ثبوت نہیں۔ یہ غور طلب بات ہے کہ اگر جلالین وغیرہ میں ان آیات مقدسہ سے نفی سماع

پچھلے صفحہ کا بقیہ:

آیت میں موتی اور صم سے زندہ لوگ مراد لئے جائیں تو یہ تفریق کرنے والا بالکل اس شخص کی طرح ہوگا جو اپنی کم فہمی اور کج روی کے باعث **لا تقربو الصلوٰة وانتم سکاریٰ** میں تفریق کرتے ہوئے کہے **لا تقربو الصلوٰة** (نماز کے قریب مت جاؤ) علیحدہ حکم ہے **وانتم سکاریٰ** (تم مدہوش ہو) علیحدہ ہے تو ایسے شخص کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

صاحب تفسیر نسفی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانك لا تسمع الموتٰی ای موتی القلوب اوهولاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منك۔ تفسیر النسفی: عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ص:۶۷۲، النمل: آیت ۸۰، اصح المطابع بمبئی

ترجمہ: آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی مردہ دلوں کو نہیں سنا سکتے یا وہ (کفار) مردوں کے حکم میں ہیں آپ طمع نہ کریں کہ وہ آپ کی بات قبول کریں۔ علامہ ابن کثیر نے بھی موتی سے مراد موتی القلوب لیا ہے۔

ارواح ثابت ہوتی تو وہی صاحب جلالین وغیرہ اپنی دیگر تصنیفات میں عقیدۂ سماع ارواح اور ادراک ارواح کو حق تسلیم کیوں کرتے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور" اور "البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ" میں بدرجۂ اتم مردوں کے سننے اور ان کے ادراک پر دلائل و براہین کا انبار لگا دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات سماع ارواح کے قائل تھے لہٰذا آیات بالا سے آپ کا عدم سماع ارواح پر استدلال کرنا باطل ہے۔

امام ابن ہمام کا مسلک -

مجیب صاحب پھر اپنے قلم کو جنبش دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> **قال فی فتح القدیر فی کتاب الجنائز هذا عند اکثر مشائخنا وهو ان المیت لایسمع عندهم علی ما صرحوا به فی کتاب الایمان فی باب الیمین بالضرب لو حلف لا یکلم فلاناً فکلمه میتًا لا یحنث لانها تنعقد علی ما حیث یفهم والمیت لا لیس یفهم والمیت لیس کذلك لعدم السماع۔**
>
> فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک میت نہیں سنتی ہے اسی لئے کہ فقہا نے کتاب الایمان، باب الیمین بالضرب میں صراحت سے فرمایا ہے کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے کسی مردے سے کلام کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس پر منعقد ہوگی جو فہم رکھتا ہو اور میت نہیں سمجھتی ہے لہٰذا عدم سماع کے باعث مردہ اس طرح نہیں ہے۔

ایمان سے کہنا کہ کبھی فتح القدیر ہاتھ میں بھی اٹھا کر دیکھی ہے یا صرف اپنے علماء کی کتابوں میں اس کا حوالہ دیکھ کر یہ عبارت لکھ ماری؟ فتح القدیر وہ کتاب نہیں جو صرف آپ ہی نے

ملاحظہ فرمائی اور دیگر محققین کی نظر سے نہ گزری، خیر اب سنئے کہ فتح القدیر میں کیا لکھا ہے پھر ہم آپ کی پیش کردہ عبارت آپ کو سمجھائیں گے۔

علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ والرضوان فتح القدیر میں لکھتے ہیں:-

ویاتی القبر الشریف و یستقبل جداره ویستدبر القبلة وما عن ابی اللیث انه یقف مستقبل القبلة مردود بما روی ابو حنیفة رضی الله عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته۔ (۴۴)

پھر سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ مبارک پر حاضری کے وقت مزار مبارک کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پیٹھ پھیرے اور فقیہ ابو اللیث سے جو مروی ہے کہ قبلہ رو کھڑا ہو وہ قول مردود ہے کیونکہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مزار مبارک کے سامنے قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور قبلہ کو پیٹھ دے کر قبر اطہر و اشرف کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرے **السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته۔**

کیوں صاحب فتح القدیر کی اس عبارت سے یہی تو ثابت ہوا کہ معاذ اللہ پتھروں سے بات چیت کرنا اور ان کو سلام کرنا محض بے کار ہے اور روح کو سماع ثابت نہیں۔

۴۴۔ فتح القدیر: امام کمال الدین المعروف ابن ہمام (م: ۶۸۱ھ) ج:۳/کتاب الحج: باب زیارة قبر النبی ﷺ ص: ۱۶۸، ۱۶۹۔ پور بندر گجرات

اسی فتح القدیر میں ہے:-

قالوا فی زیارة القبور مطلقا ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لامن قبل رأسه فانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابلاً بصره لان بصره ناظر الی جهة قدمیة اذا کان علی جنبه۔(۴۵)

یعنی حضرات علماء دین عام قبور کی زیارت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ صاحب قبر کے پاؤں کی طرف سے زائر آئے سرہانے کی طرف سے نہ آئے کیونکہ سرہانے کی جانب سے آنے میں میت کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے برخلاف پہلی صورت کے کہ پاؤں کی طرف سے آنے والا میت کی نگاہ کے روبرو ہوگا اس واسطے کہ جب میت کروٹ پر ہے تو اس کی نگاہ اپنے پاؤں کی طرف ہوتی ہے۔

اسی فتح القدیر میں ہے:-

ثم یتاخر عن یمینه قدر زراع فلیسلم علی ابی بکر رضی اللّٰه عنه فیقول السلام علیك یا خلیفة رسول اللّٰه ﷺ وثانیة فی الغار ابابکر الصدیق جزاك اللّٰه عن امة محمد ﷺ ثم یتاخر کذلك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللّٰه عنه فیقول السلام علیك یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللّٰه به الاسلام جزاك اللّٰه من امة محمد ﷺ خیرا۔(۴۶)

پھر زائر ایک گز کے بقدر داہنی جانب ہٹے اور حضرت ابوبکر صدیق کو

۴۵۔ مرجع سابق نفس الصفحہ

۴۶۔ مرجع سابق ص:۱۷۰

سلام کرے پس کہے اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ، اے یار غار ابوبکر صدیق آپ پر سلامتی ہو۔ اللہ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے پھر وہ اسی طرح ایک گز کے بقدر داہنے جانب ہٹے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سلام کرے تو کہے اے امیر المومنین عمر فاروق اعظم، اے وہ ذات جس کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی آپ پر سلامتی ہو اللہ رب العزت آپ کو امت محمدیہ کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

مجیب صاحب نے فتح القدیر کی جس عبارت سے عدم سماع ثابت کیا ہے آیئے اس کے بارے میں بھی سن لیجئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص مثلاً زید سے بات نہ کروں گا تو اس قسم کا اثر زید کی زندگی تک محدود رہے گا، زید کے مرنے کے بعد اگر اس سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور اس کی وجہ ہمارے علماءِ دین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے لفظ سے جو عرفی معنٰی سمجھے جاتے ہیں ان ہی معانی عرفیہ کا قسم میں لحاظ کیا جائیگا معانی شرعیہ ولغویہ معتبر نہ ہوں گے پس چونکہ عرفاً کلام سے کلام زندگانی دنیاوی مراد ہوتا ہے یعنی جب تک وہ دنیا میں جیتا رہے گا ہم اس سے بات نہ کریں گے لہٰذا زید کی موت کے بعد اس کی لاش سے کلام کرنے سے حانث نہیں ہوسکتا۔

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں بعد نقل وحوالہ فتح القدیر کے فرماتے ہیں:-

هذا منهم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلا یلزم منه نفی حقیقة السماع کما قالوا فیمن حلف لا یاکل اللحم فاکل السمك مع انه تعالٰی سماه لحما طریا۔(۴۷)

۴۷۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملا علی قاری، ج ۷، ص ۵۷۴، کتاب الجہاد باب حکم الأسراء، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

جن علما نے یہ بات کہی دراصل ان کی یہ بات اس بنیاد پر ہے کہ قسمیں اور حلف یہ عرف پر مبنی ہوتے ہیں، اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ مردے نفس الامر میں سنتے نہیں ہیں جس طرح ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا اور مچھلی کھائی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اگر چہ قرآن میں مچھلی کو گوشت کہا گیا یعنی جس طرح اور جانوروں بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کے گوشت پر لحم کا اطلاق حقیقی و اصلی ہے اسی طرح مچھلی کے گوشت پر بھی لحم کا اطلاق نفس الامری اور حقیقی ہے مگر اس کے کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اور یہ عرف کی بنیاد پر ہے پس اسی طرح گو حقیقتاً سماع حاصل ہے مگر بعد موت کے کلام کرے گا تو عرف کی بنیاد پر اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اسی مسئلہ یمین کو ذکر فرما کر اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں **مبنی الایمان علی العرف لاالحقیقة** (ترجمہ: قسموں کی بناء عرف پر ہوتی ہے نہ کہ حقیقت پر) اپنے مقتدا صاحب ماۃ المسائل کی مستند کتاب کافی کو ملاحظہ فرمایئے:-

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف ولنا ان غرض الحالف ماهو المتعارف فیفید بما هو غرضه الاتری ان من حلف ان لایستضئی بالسراج اَولا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لا یحنث وان سمی فی القران الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا یدخل بیتًا لا یحنث بدخول الکعبة۔

قسموں میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں وہ عرف عام پر مبنی ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حالف (قسم کھانے والے) کی غرض و غایت متعارف ہو تب بھی قسم اس کی غرض کا فائدہ دے گی۔

کیا آپ نہیں دیکھتے اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ چراغ سے روشنی حاصل نہیں کریگا یا فرش پر نہیں بیٹھے گا اگر اس نے سورج سے روشنی حاصل کی یا وہ زمین پر بیٹھ گیا تو حانث نہیں ہوگا اگر چہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو فرش کہا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اگر وہ کعبہ میں داخل ہو گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اسی فتح القدیر میں ہے:-

لان الاصل ان الایمان مبنیة علی العرف لاعلی الحقیقة اللغویة ولا علی الاستعمال القرانی ولا علی النیة مطلقا۔ (۴۸)

اس لئے کہ قسموں کی بنا عرف عام پر ہے حقیقت لغویہ پر نہیں اور نہ قرآنی استعمال پر اور نہ ہی نیت پر۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:-

نقول یمینة لا ینعقد الاعلی الحی لان المتعارف هوالکلام معه۔(۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ قسم زندہ پر منعقد ہوگی اس لئے کہ اسی سے کلام کرنا

۴۸۔ فتح القدیر: علامہ ابن ہمام

۴۹۔ فتح القدیر: امام کمال الدین المعروف ابن ہمام-ج:۵/ص:۱۳۳، کتاب الایمان، باب الیمین فی الکلام، پور بندر گجرات۔

متعارف ہے۔

علامہ ابن ہمام نے متعدد مواضع پر تصریح فرمادی ہے کہ قسموں میں حقیقت کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ عرف پر محمول ہوتا ہے۔ اب مجیب صاحب بتائیے کہ علامہ ابن ہمام کی جس عبارت سے آپ عدم سماع ارواح ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ کہاں ثابت ہوا۔

مردوں کے نہ سننے پر دوسری دلیل اور اس کا رد –

مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

حدیث میں جو آیا ہے کہ مردوں کی زیارت کے واسطے جو جاوے تو السلام علیکم یا اہل القبور کہے تو اس سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا۔

احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں اس بات پر واضح صراحت ہے کہ مردے سنتے ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکیدی الفاظ میں قسم کھا کر فرمایا کہ تم مردوں سے زیادہ بہتر نہیں سن سکتے لیکن جس کی آنکھوں پر تعصب اور ہٹ دھرمی کا پردہ پڑا ہوا سے بخاری و مسلم کی یہ احادیث مبارکہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔

کیا معاذ اللہ آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا جس کی تعمیل میں سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی اثر نہ ہو؟ جب آپ کے نزدیک مردے نہیں سن سکتے تو ان سے سلام و کلام کا حکم کیا معنی رکھتا ہے؟

خیر تم کسی اور کی کب ماننے لگے لہٰذا ہم تمہیں تمہارے ہی مقتدا و پیشوا کی کتاب سے آئینہ دکھا دیتے ہیں مأۃ المسائل میں آپ کے مقتدیٰ لکھتے ہیں:-

سوال: نوزدہم: سماعت موتیٰ سلام زائر در شرع آمدہ یا نہ؟

جواب: سماعت موتیٰ سلام زائر را در شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری از سیوطی نقل نمودہ **ھکذا عبارتہ قال السیوطی اخرج العقیلی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتیٰ فھل من کلام اتکلم**

بـه اذا مـررت عـليهـم فـقـال قـل السلام عليكم يا اهل الـقبـور من المسلمين والمومنين انتم لنا سلف ونـحـن لـكـم تبـع وانـا ان شاء الله بكم لاحقون قال ابو رزين يسـمعون قال يسمعون ولكن لايستطيعون ان يـجيبوا قـال يـا ابـارزيـن الاترضٰى ان يرد عليك بعد دهم من الـملائـكة وقـوله لا يستطيعون ان يجيبوا اى جوابا يسمعه الحى والافهم يردون حيث لا تسمع۔(۵۰)

نواں سوال: زائر کے سلام کو مردوں کا سننا شریعت میں آیا ہے یا نہیں؟

جواب: زیارت کرنے والے کے سلام کا سننا شرح مشکوٰۃ میں ہے جس کو ملا علی قاری نے امام سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابورزین نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرا راستہ مردوں کے پاس سے ہے تو جب ان کے پاس سے گزروں تو کس چیز کے ذریعہ ان سے کلام کروں تو حضور علیہ التحیہ والتسلیم نے فرمایا تم کہو اے مسلمان قبر والوں تم پر اللہ کی سلامتی ہو تم ہم سے سابق ہو ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور یقیناً انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں ابورزین نے عرض کیا کیا مردے سنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے پھر حضور نے فرمایا اے ابورزین تو اس سے راضی نہیں کہ ان کے عدد کے بقدر فرشتے تجھے جواب دیں'' اور حضور نے جو فرمایا کہ مردے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے جس کو زندہ سنے ورنہ وہ

۵۰۔ مائۃ مسائل: شاہ اسحاق دہلوی، ص: ۳۵، مصطفائی محمد حسین خاں

جواب دیتے ہیں جس کو سنا نہیں جا سکتا۔

حیوانات اور جمادات کا ادراک اور کلام -

مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

> خطاب سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخاطب سنتا بھی ہو بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا **انی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر۔** دیکھو حضرت عمر نے پتھروں سے خطاب کیا حالانکہ اس میں سننے کی قوت نہیں۔

جناب والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک پتھر میں بھی قوت ادراک ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:-

> **الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا وھذا مذھب اھل السنة وتدل علیه الاحادیث والاٰثار۔** (۵۱)
>
> صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات، حیوانات کو علم وادراک ہوتا ہے وہ تسبیح کرتے ہیں یہ اہل سنت کا مذہب ہے جس پر بے شمار احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیت کریمہ **اذا زلزلت** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

> بعضے مردم را شبہ بخاطر میرسد کہ زمین کہ جماد لایعقل است چگونہ گواہی دہد و سخن گوید و جواب تحقیقی ازاین شبہ آن ست کہ ہر چیز از مخلوقات روح دارد اما ارواح حیوانات تعلق تدبیر وتصرف نیز در ابدان خود دارند و دائما در تغذیہ وتمیہ و احساس وحرکت مشغول اند و ارواح

۵۱۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملا علی قاری، ج ۲، ص ۳۲۷، کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان واجابة المؤذن، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

مخلوقات دیگر تعلق تدبیر وتصرف ندارند واحساس وحرکت اختیاری در انہا دائمی نیست ازیں جہت تعلق ارواح انہا ازنظر عوام پوشیدہ می ماند ومع ھذا بطریق خرق عادت گاہ گاہ ظہور میکند چنانچہ در احادیث صحیحہ بتواتر ایں معنی ثابت است سخن گفتن سنگہا وندا کردن کوہ مرکوہ دیگر را **ھل مرّاحد یذکر اللّٰہ** از ہمیں عالم ست وگواہی دادن زمین و سنگ ودرخت برائے موذنان نیز ثابت شدہ۔(۵۲)

بعض لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین جماد غیر عاقل ہے وہ کس طرح گواہی دے گی اور کس طرح کلام کرے گی اس شبہ کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق روح رکھتی ہے۔رہی حیوانات کی روحیں تو وہ اپنے بدن میں تدبیر وتصرف بھی کرتی ہیں اس لئے ہمیشہ ان کے بدن غذا حاصل کرنے ،نشو ونما، احساس وحرکت میں مشغول ہیں اور دیگر مخلوقات کی ارواح تدبیر وتصرف کا تعلق نہیں رکھتی ہیں اور نہ ہی ان میں احساس اور حرکت اختیاری کی دائمی صلاحیت ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ان کی ارواح کا تعلق عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے اس کے باوجود خرق عادت کے طور پر کبھی کبھی اس تعلق کا ظہور ہو جاتا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ میں تواتر کے ساتھ یہ معنی ثابت ہے پتھروں کا گفتگو کرنا، (اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ) ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ سے ندا کرنا کہ کیا کوئی اللہ کا ذکر کرتا ہوا گزرا ہے، اسی قبیل سے ہے اور زمین وپتھر، درخت وغیرہ کا موذنوں کے واسطے گواہی دینا بھی ثابت ہے۔

نیز آیت کریمہ **وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللّٰہ وما اللّٰہ بغافل عما**

۵۲۔ تفسیر فتح العزیز پارہ عم تحت سورہ اذا زلزلت الارض ص:۳۵۲،۳۵۳ مطبع مجتبائی دہلی

تعملون کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:-

نزد اہل سنت و جماعت ہرایک از جمادات وحیوانات روح است مجرد کہ تعبیرازان بہ ملکوت کل شی درآیت **فسبحان الذی بیده ملکوت کل شی** فرمودہ اندوآں روح مجردوشاعرودراک اوست صلوۃ وتسبیح ہر جمادحیوان کہ منطوق کلام الٰہی است ہمان روح است لیکن آں روح را علاقہ تدبیر وتصرف درابدان آنہا نیست و نہ اثر آں روح بتوسط روح حیوانی میرسد بلکہ دررنگ احوال ملائکہ کہ درابدان خود بدون توسط روح حیوانی تصرف می نمایند ایں روح نیز پرتو شعشعان برجسم خاص خودمی اندازد و دوران وقت ازاں جسم افعال شعورہ ارادہ سرپرمیزند وایں تعلق دایمی نیست تامورد تکلیف وثواب وعتاب درعالم آخرت ظہورآثارایں ارواح درابدان خود دائمی خواہد وبہمین سبب شہادت خواہند داد ونطق خواہندنمودوازیں است کہ اشجارواحجاروحیوانات عجم بانبیاء فرمودۂ انبیاء تکلم ونطق و ادائے شہادت و اجابت و امتثال اوامرنمودہ وقدرمتواتر ازاں ازحضرات علیہم السلام منقول ومروی شدہ۔

آنحضرت علیہ السلام برکوہ خیبر تشریف داشتند و کافراں درتجسس آنحضرت بودند کوہ عرض کرد کہ یا رسول اللہ ازینجا فرودآیند و بادابر پشت من شماءا بگیرند ومن شرمندہ شوم۔(۵۳)

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہر جماد وحیوان کی ایک روح مجرد ہے جس کو **ملکوت کل شی** سے آیت **فسبحان الذی بیده ملکوت کل شی** میں تعبیر کیا گیا ہے وہ روح مجرد زندہ ہے اس میں شعورو ادراک کی صلاحیت ہے اور ہر جماد وحیوان تسبیح ودرود پڑھتا ہے

۵۳۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کہ قرآن عظیم اس کا ناطق ہے تو یہ وہی روح ہے لیکن اس روح کا تدبیر و تصرف کا تعلق اپنے بدنوں میں نہیں ہے اور نہ ہی اس روح کا اثر حیوانی روح کے واسطے سے پہنچتا ہے بلکہ ان کا حال ملائکہ کے احوال کے مثل ہے کہ یہ اپنے بدنوں میں بغیر حیوانی روح کے واسطے کے تصرف کرتے ہیں یہ روح بھی اپنے خاص جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اس وقت ان جسموں سے شعور و ادراک والے افعال، ارادہ وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ تعلق دائمی نہیں رہتا کہ ثواب وعقاب کے مکلّف ہوں۔ عالم آخرت میں ان ارواح کے آثار کا ظہور ان کے ابدان میں دائمی ہوگا اسی سبب سے یہ شہادت دیں گے اور بولیں گے اور اسی وجہ سے درخت، پتھر اور بے زبان حیوانات نے انبیاء سے کلام کیا ہے لہٰذا انبیاء کرام سے کلام کرنا، شہادت کا ادا کرنا اوامر کی پیروی کرنا حضور علیہ السلام سے بالتواتر منقول ہے۔

حضور نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم ایک پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما تھے اور کافر آپ کی تلاش میں تھے کہ پہاڑ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اس جگہ سے تشریف لے جایئے کہ ناگاہ وہ لوگ آپ کو میری پشت پر پکڑ لیں اور میں شرمندہ ہوں۔

اب کہیے پتھروں میں بولنے اور سننے کی طاقت ہے کہ نہیں۔

مجیب صاحب اپنے قلم کی جولانیاں دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

جب ثابت ہوا کہ مردے نہیں سنتے ہیں تو اب اس بات کی دلیل لکھی جاتی ہے کہ وہ کسی کے لئے نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلثة من صدقة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له رواه مسلم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عمل کے، ایک اس نے کوئی صدقہ جاری کیا یا کوئی علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے یا نیک لڑکا جو اسکے لئے دعا کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو بجز ان تین عملوں کے تمام اعمال منقطع اور موقوف ہو جاتے ہیں کسی عمل کی طاقت نہیں باقی رہتی نہ وہ کسی کو نفع پہنچا سکتا اور نہ کچھ مدد کرسکتا ہے۔

جناب والا! حدیث شریف سے یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ زندگانی چندروزہ ہے اور یہ زندگی دارالتکلیف کی قید میں ہے لہٰذا مرنے کے بعد ان تین صورتوں کے سوا (جن کا ذکر حدیث میں بیان ہوا) اور دیگر طرق کسب منقطع ہو جائیں گے اور تکلیف مرتفع ہو جاتی ہے اس کا کسی کو انکار نہیں۔ ہمارا اختلاف ونزاع اس بات میں ہے کہ مرنے کے بعد روح نفع و نقصان پہنچا سکتی ہے یا نہیں۔ حدیث شریف کے منطوق کو چھوڑ کر آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روح کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتی یہ اعتقاد آپ کے ذہن کی اختراع ہے حدیث اس کے متعلق ساکت ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر وصول ثواب الموتیٰ کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

وتمسك المانع من ذلك بقوله تعالىٰ وان ليس للانسان الا ما سعى وبقوله عليه السلام اذا مات ابن آدم انقطع عمله الحديث والاٰية حجة لنا لان الذى اهدى ثواب عمله لغيره سعى فى ايصال الثواب الى ذلك الغائب فيكون له ما سعى بهذا الاٰية ولا يكون له ما سعى الا بوصول الثواب اليه فكانت الحجة لنا لا علينا واما الحديث فيدل على انقطاع عمله ونحن نقول به وانما الكلام فى وصول الثواب اليه والموصل للثواب الى

المیت ھو اللّٰہ سبحانہ لان المیت لا یسمع بنفسہ والقرب والبعد سواء فی قدرۃ الحق سبحانہ۔(۵۴)

(منکرین) اللہ کے فرمان عالی **لیس للانسان الا ما سعی** (انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی) اور حضور علیہ السلام کے فرمان **اذا مات ابن اٰدم انقطع عملہ** (جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے) سے دلیل لاتے ہیں

آیت مذکورہ ہمارے لئے دلیل ہے اس لئے کہ جس نے اپنے عمل کے ثواب کو غیر کے لئے ہدیہ کیا تو اس نے غائب کو ثواب پہنچانے میں کوشش کی تو اس آیت کی رو سے اس کے لئے اس کی کوشش کا فائدہ ہوگا اور اس کی کوشش کا فائدہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کا بھیجا ہوا ثواب میت کو پہنچ جائے، تو یہ آیت ہماری دلیل ہے نہ کہ ہمارے خلاف دلیل، اور حدیث عمل کے منقطع ہونے پر دلالت کررہی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں (کہ موت کے بعد بندہ کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں) کلام تو میت کی جانب ثواب پہنچنے میں ہے اور میت کو ثواب پہنچانے والا اللہ رب العزت ہے اس لئے کہ میت خود نہیں سن سکتی، نزدیکی اور دوری اللہ تعالی کی قدرت میں یکساں ہے۔

صاحب مجمع البحار کا مسلک -

مجیب صاحب پھر بے غور وفکر لکھتے ہیں:-

قال فی مجمع البحار من قصد زیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج ھذا لا یجوز عند احد من العلماء

۵۴۔ شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری: دعاء الاحیاء للاموات و صدقتھم نفع لھم ص: ۱۵۷۔

المسلمين فان العبادة و طلب الحوائج والاستعانة حق الله وحده۔

جس نے انبیاء کرام وصلحاء کی قبور کی زیارت کا قصد کیا اوران کی قبور کے پاس نماز پڑھ کر دعا مانگی اوران سے اپنی ضرورتوں کوطلب کیا تو یہ کسی مسلمان عالم کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ عبادت کرنا،ضرورتوں کا طلب کرنا،استعانت کرنا یہ صرف اللہ کا حق ہے۔

جناب مجیب صاحب اگر عبارت پیش کرنے سے پہلے ذرا غور وفکر سے کام لیتے تو اپنی عبارت کا بطلان خودعیاں ہو جاتا کہ بحث ونزاع کچھ ہےاورعبارت کچھاور ہی بتارہی ہے بیشک غیر خدا کی عبادت کرنا،انبیاء کرام اولیاءعظام کی قبور کے پاس ان کی عبادت کے لئے نماز پڑھنا،سوائے خدائے تعالیٰ کے دوسرے سے طلب حوائج اس طرح سے کہ اس کو بالذات وبالاستقلال معطی سمجھنا کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہیں چہ جائے کہ علماوفضلا اس کو جائز کہیں لیکن اِس عبارت سے اُس استمدادواستعانت جس میں بحث ہورہی ہے کا عدم جواز خیال کرنا یہ آپ کے بڑوں کے فسادعقلی کی دلیل ہے،جس کی شرح خوب وضاحت کے ساتھ اکابراہل سنت کی جانب سے گزشتہ ساٹھ برسوں سے ہورہی ہے۔

اسی مجمع البحار میں ہے

امامن اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرة قاصداً به الاستظهار بروحه او وصول اثر من اٰثار عبادته الیه لا التوجه نحوه والتعظیم له فلا حرج فیه۔

جس نے کسی نیک شخص کے پڑوس میں مسجد بنائی یا کسی مقبرہ میں نماز پڑھی اس کی روح سے استفادہ کی غرض سے یااس کی عبادت کے آثار اس تک پہنچانے کی نیت سے اس طور پر کہ اس مقبرہ کی طرف (کعبہ

کی طرح) منھ نہ کیا اور نہ ہی اس صاحب قبر کی تعظیم کی نیت سے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جناب والا!

ہماری تحقیق سابق سے واضح ہو چکا کہ حسب تصریحات امام غزالی، علامہ نابلسی، علامہ ابن حاج، علامہ تفتازانی، صاحب کشف، محدث دہلوی وغیرہم کے جواز استعانت و استمداد محققین اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے۔

جناب والا! اس سے قطع نظر کہ اسی عبارت میں لفظ ''عبادت'' کی صراحت ہے، اور لفظ ''حق للہ'' صاف طور پر استعانت استقلالی اور طلب ذاتی پر شاہد ہے۔ یہ تو فرمائیے کہ جب صاحب ''مجمع البحار'' کی عبارت کا وہی مفہوم ہے جو آپ کے خیال میں آیا ہے تو ان کی عبارت میں ''**لا یجوز عند احد من علماء المسلمین** ''(مسلمان علما میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں) کا کیا مطلب ہوگا حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں بتا چکے ہیں کہ اس استعانت کو ائمہ اعلام متقدمین و متاخرین جائز بتا رہے ہیں اور اس کے جواز کو نصوص صریحہ سے ثابت کر رہے ہیں۔

برزخی زندگی میں تمام مردے یکساں نہیں -

مجیب صاحب استفتاء کے جواب میں آگے دلیل پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:-

> امور مستفسرہ میں ہر مردہ کی ایک حالت ہے کسی آیت یا کسی ایسی حدیث سے جو نقاد فن حدیث کے نزدیک مسند صحیح ہو تفرقہ ثابت نہیں ہوتا۔

اگر چہ مذہب اہل سنت کے مطابق اصل حیات و عدم فناء ارواح اصل ادراک و سماع کلام و سلام کے ثبوت میں تفرقہ ثابت نہیں ہوتا مگر حسب ہدایات قرآنیہ و تعلیمات مصطفویہ و اجماع امت کے اس حیات برزخیہ میں ہر مردہ کی ایک حالت نہیں۔ جو حیات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے وہ شہداء کے لئے ثابت نہیں اور جو مرتبہ شہداء کو حاصل ہے وہ عام مومنین کے لئے ثابت نہیں اور جو حیات کا مرتبہ اولیاء کرام کو حاصل ہے وہ عام مومنین کے

لئے ثابت نہیں لیکن جس کو انبیاء کرام کی ہمسری کا دعویٰ ہو اور جس کی نگاہ میں اولیاء کرام کی کوئی وقعت نہیں وہ کب اس فرق مراتب کو سمجھ سکتا ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادۃ میں حدیث **حرم الله علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** کے متعلق فرماتے ہیں:-

عدم اکل ارض اجساد را کنایت است از حیات والا سلامت بدن بے اعادۂ روح چہ فائدہ دارد وایں مبنی ست بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بہ حیات حسی دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہید کہ ایں حیات معنوی اخروی است ودریں مسئلہ ہیچ کس را از علماء امت خلاف نیست۔

زمین کا جسموں کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے ورنہ بغیر روح کے لوٹائے بدن کے سالم رہنے سے کیا فائدہ۔ یہ بات حیات انبیاء کے مسئلہ پر مبنی ہے جو حیات حسی دنیوی کے ساتھ موصوف ہیں اور ان کی حیات شہید کی حیات سے بالاتر ہے اس لئے کہ شہید کی حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔

اور ترجمہ مشکوٰۃ میں فرمایا ہے:-

باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء ست صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ ایشاں احیا اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق واولیاء بحیات اخروی معنوی وکلام داریں مقام بحد اطناب وتطویل کشید برغم منکران کہ درقرب ایں زماں ایں فرقہ پیدا شدہ منکر انداستمد ادواستعانت راازاولیاء خدا کہ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا وزندہ اند نزد پروردگار خود مرزوق اندوخوشحال اند۔

جاننا چاہیے کہ اختلاف غیر انبیاء کی حیات میں ہے انبیاء کرام بالاتفاق حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اولیاء حیات

اخروی معنوی کے ساتھ زندہ ہیں۔اس مقام پر گفتگو طویل ہوگئی ان منکرین کے رد میں ابھی قریب زمانے میں ان کا ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو ان اولیاء کرام سے استمداد و استعانت کا منکر ہے جو اس دار فانی سے دارالبقاء کی جانب منتقل ہو گئے اور انہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں۔

نیز تفسیر بیضاوی میں حیات شہداء کے متعلق ہے:-

وفی الاٰیة دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغائرة بما یحس به البدن فتبقی بعد الموت دراكة وعلیه جمهور الصحابة والتابعین وبه نطقت الاٰیات والسنن وعلی هذا فتخصیص الشهداء لاختصاصهم بالقرب من الله تعالٰی ومزید الكرامة۔

آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ ارواح جوہر قائم بنفسہا ہیں اور یہ اس چیز کے غیر ہیں جس کا بدن احساس کرتا ہے لہٰذا موت کے بعد بھی قوت ادراک باقی رہتی ہے یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے آیات قرآنیہ و احادیث نبوی اس بات پر ناطق ہیں۔پس (آیت میں) حیات شہداء کی تخصیص اس باعث ہے کہ وہ قرب الی اللہ اور مرتبہ کی زیادتی کے ساتھ مختص ہے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:-

چوں آدمی می میرد روح او از بدن او جدا میشود پس موت بمعنی عدم حس و حرکت و ادراک و شعور جسد را بہ جدائی روح رومید ہد و ارواح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حال قوی بود حالا ہم است و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم وارد بلکہ صافتر و روشن تر زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ باموره سفلانیہ او را از

صفاء ادارک مانع میشد و چوں از بدن جدا شد آں مانع......مرتفع گشت پس ارواح را مطلقا بایں معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور و ادراکات و تصرفات بسبب تعلق روح بادے از وے ظاہر میشدند حالا نمیشوند آرے روح را بدو معنیٰ موت لاحق می شود اول آنکہ بعد از مفارقت بدن از ترقی باز میماند دوئم آنکہ بعضے تمتعات مثل اکل و شرب وغیرہ کو بواسطۂ بدن بآنہا خوگرشدہ بود از دست او میرود ندا ما شہیدان راہ خدا را ایں دو معنی ہم در حقیقت نیست بلکہ ایشاں زندگان اند۔

جب آدمی مر جاتا ہے تو روح اس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو روح کی جدائی سے جسم پر موت اس معنی کر طاری ہو جاتی ہے کہ جسم میں حرکت و ادراک، حس و شعور باقی نہیں رہتا ہے مگر ارواح میں بالکل تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے جس طرح روح پہلے قوتوں کی حامل تھی اب بھی رہتی ہے اور جو شعور و ادراک روح کو (جسم کی موت سے) پہلے حاصل تھا اب بھی باقی رہتا ہے بلکہ اب پہلے سے زیادہ اس میں ضیاء پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف روح کی توجہ اس کے ادراک کے نور وضیاء کو روکنے والی تھی اور جب روح بدن سے جدا ہو گئی تو وہ رکاوٹیں ختم ہو گئیں ہو گئے لہٰذا روح کو مطلقاً اس معنی میں مردہ نہیں کہا جا سکتا۔ موت بدن کی صفت ہے کہ بدن سے جو شعور و ادراک اور دیگر تصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوتے تھے (روح کے جدا ہونے کے بعد) اب ظاہر نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی کے اعتبار سے موت لاحق ہوتی ہے اول یہ کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ ترقی وارتقا سے رک جاتی ہے۔ دوم یہ کہ بدن کے واسطے سے بعض فوائد کی جو وہ عادی ہو چکی تھی مثلاً کھانا، پینا وغیرہ وہ اس سے رفع ہو جاتے ہیں لیکن

شہیدوں کے لئے ان دو معنی کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ (ان دو معنی کے اعتبار سے بھی) زندہ ہیں۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی کتاب تذکرۃ الموتی میں **بل احیاء عند ربهم** کے متعلق لکھتے ہیں:-

ایں حکم مخصوص بہ شہداء نیست انبیاء وصدیقین از شہداء افضل اند واولیا ہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا۔

ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند ودوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگارے میفر مایند ودشمنان را ہلاک میسازند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد۔

یہ حکم شہداء کے ساتھ خاص نہیں انبیاء وصدیقین شہداء سے افضل ہیں اور اولیاء بھی شہداء کے حکم میں داخل ہیں اس لئے کہ وہ جہاد بالنفس کرتے ہیں لہذا اہل اللہ فرماتے ہیں ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔

ان کی ارواح زمین سے آسمان وبہشت جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دوست اور معتقدین کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور ان کی ارواح سے اویسی طریقہ کے ذریعہ فیض باطنی پہنچتا ہے۔

مواہب میں ہے:-

لا فرق بين موته و حياته ﷺ فى مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم ونياتهم و عزائمهم وخواطرهم و ذلك جلى لاخفاء فيه۔

حضور علیہ السلام کا اپنی امت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، نیت، ارادوں، عزائم کی معرفت میں آپ کی وفات اور حیات کے

درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں آپ ﷺ پر عیاں ہیں اس میں کوئی خفاء و پوشیدگی نہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حجاج کے حال میں لکھتے ہیں:۔

مما کفر به الفقهاء الحجاج انه رای الناس يطوفون حول حجرته ﷺ فقال انما يطوفون باعواد ورمة قال الدميری کفروه بهذا لانه تکذيب لقوله ﷺ ان اللّٰه حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبياء۔

فقہاء نے حجاج کی تکفیر کی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجرۂ مبارکہ کے ارد گرد گھومتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ صرف چند بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کر رہے ہیں علامہ دمیری نے فرمایا کہ فقہا نے اسی وجہ سے اس کی تکفیر کی کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تکذیب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

اب کہیے آپ کے استاد طائفہ میاں اسماعیل صاحب دہلوی پر کفر لازم ہوا یا نہیں کہ وہ بھی حجاج کے ہم خیال و ہم رائے بلکہ اس پر بھی بانس بھر فوق لئے ہوئے ہیں اور نیز اپنی نسبت بھی خیال فرمائیے کہ ایسے فاسد عقیدہ رکھنے سے آپ بھی کس طرح لزوم کفر سے بچ سکتے ہیں۔

ذرا آپ غور کریں کہ کتنا شنیع کلمہ آپ نے زبان سے نکالا **کبرت کلمة تخرج من افواههم** انبیاء کرام بحیات جسدی زندہ ہیں جہاں چاہتے تشریف لے جاتے مستغیثین کی مدد فرماتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ہمارے آقائے نامدار ہمارے سردار، مہربان پیمبر حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ ذرات عالم پر مطلع ہیں دنیا و مافیہا آپ کے پیش نظر ہے۔ مخلصین کا اخلاص، منافقین کا نفاق، اہل سنت کی محبت، وہابیہ کی عداوت **کما ینبغی**

آپ پر ظاہر ہے۔ایسے با اختیار اور بڑی قدرت وقوت والے بادشاہ دو جہاں کی جناب میں گستاخیاں کرنا اپنے حق میں کانٹے بونا، اپنی آخرت خراب کرنا ہے وبس۔

اس سرکار کے اگر چاکر بننا چاہتے ہو تو اولیاء کرام کی غلامی میں اپنی پیاری عمر کو صرف کرو دشمنان اولیاء سے بغض وعداوت رکھو ایک اسماعیل نہیں ہزار اس جیسے اسماعیل کیوں نہ ہو جائیں محبوبان بارگاہ کا بول بالا رہے گا ایسے گستاخ بے باکوں کی بدگوئی سے ان کی رفعت مرتبت میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ و اٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین
و صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد
واله و صحبه و وارث حالهٖ سیدنا الشیخ محی الدین
عبدالقادر الحسنی الحسینی وسائر
اولیاء امته اجمعین.

تمت بالخیر

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ **احقاق حق** (فارسی) - سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۵۶، قیمت - ۶۰؍روپے

۲۔ **عقیدۂ شفاعت** کتاب وسنت کی روشنی میں -
سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۲۲، قیمت - ۴۰؍روپے

۳۔ **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحة** (عربی) -
تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۴۔ **طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول) - مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی،
تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۱۰۴، قیمت - ۳۵؍روپے

۵۔ **البناء المتین فی احکام قبور المسلمین** - مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی،
تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری صفحات - ۴۰، قیمت - ۱۵؍روپے

۶۔ **تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی) -
مولانا عبد الرحیم قادری بدایونی صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۷۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) - تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی
صفحات - ۶۸، قیمت - ۲۰؍روپے

۸۔ **مولانا فیض احمد بدایونی** - پروفیسر محمد ایوب قادری،
تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۹۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ - مولانا اسید الحق قادری
صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۱۰۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۰، قیمت - ۲۰؍روپے

۱۱۔ **سیرت مصطفیٰ** (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۴، قیمت - ۲۰؍روپے